ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
43
www.tanzeem.org
17تا23صفر المظفر1439ھ/7تا13نومبر2017ء

تحقیر وعیب چینی پر صبر

وہ مومن جسے اللہ نے اپنے دین کی بصیرت، اپنے رسول ﷺ کی سنت کی سوجھ بوجھ اور اپنی کتاب کا فہم عطا کیا ہے اور ساتھ ہی اسے یہ بھی دکھا دیا ہے کہ لوگ کن خواہشوں، بدعتوں اور گمراہیوں میں گرفتار ہیں اور کس طرح وہ اس صراطِ مستقیم سے بھٹک گئے ہیں جس پر رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے صحابہؓ گامزن تھے، اگر وہ اس راہِ راست پر چلنا چاہے تو اسے جاہلوں اور اہل بدعت کی مذمت پر، ان کی طعن و تشنیع پر اور ان کی تحقیر وعیب چینی پر صبر کرنا ہوگا۔ وہ لوگوں کو اس سے نفرت دلائیں گے اور اس سے خوف زدہ کریں گے۔ وہ اس کے ساتھ ہر طرح کے مکر کریں گے۔ اس کے لیے دھوکے کے جال بچھائیں گے اور اپنی فوج لے کر اس پر دوڑ پڑیں گے۔

وہ ان کے درمیان اپنے دین میں اجنبی ہوگا کیونکہ ان کا دین بگڑ چکا ہوگا۔ وہ اپنی اتباعِ سنت میں اجنبی ہوگا کیونکہ وہ بدعتوں سے چمٹے ہوئے ہوں گے۔ وہ اپنے صحیح عقیدے میں اجنبی ہوگا کیونکہ ان کے عقائد غلط اور باطل ہوں گے۔ وہ اپنی نمازوں میں اجنبی ہوگا کیونکہ ان کی نمازیں فاسد ہوں گی۔ وہ اپنے طریقے میں اجنبی ہوگا کیونکہ وہ غلط راہوں پر چل رہے ہوں گے۔ وہ اپنے تعلق میں اجنبی ہوگا، کیونکہ وہ خدا کے رسولؐ کی طرف منسوب ہوگا اور وہ اپنے جھوٹے راہنماؤں کی طرف منسوب ہوں گے۔

وہ اپنی معاشرت میں اجنبی ہوگا کیونکہ وہ ان کی خواہشات کے خلاف ان سے سلوک کرے گا۔

سید جلال الدین عمریؒ

اس شمارے میں

اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۚ

اسلامی ریاست کے بنیادی اصول

نصرت خداوندی سے بڑھ کر کسی کی نصرت......

مطالعۂ کلامِ اقبال

افغان جنگ میں امریکہ کہاں کھڑا ہے؟

آزاد شو......

خطابِ اقبال بہ نوجوانانِ امت

قادیانی اقلیت کیوں؟

الھدیٰ (778)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

شیطان کے کھلونے

سورۃ مریم — بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ — آیات: 83، 84

اَلَمْ تَرَ اَنَّآ اَرْسَلْنَا الشَّیٰطِیْنَ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ تَؤُزُّهُمْ اَزًّا ﴿٨٣﴾ فَلَا تَعْجَلْ عَلَیْهِمْ ۭ اِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا ﴿٨٤﴾

آیت ۸۳ ﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّآ اَرْسَلْنَا الشَّیٰطِیْنَ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ تَؤُزُّهُمْ اَزًّا ﴿٨٣﴾﴾ ”کیا آپؐ نے دیکھا نہیں کہ ہم کافروں پر شیاطین کو بھیجتے رہتے ہیں اور وہ انہیں خوب خوب اُکساتے ہیں!“

چونکہ ایسے لوگ خود شیاطین کی رفاقت اختیار کرتے ہیں اس لیے ہم شیاطین کو ان پر مستقل طور پر مسلط کر دیتے ہیں تاکہ وہ انہیں گناہوں اور سرکشی پر مسلسل ابھارتے رہیں۔

آیت ۸۴ ﴿فَلَا تَعْجَلْ عَلَیْهِمْ ۭ﴾ ”تو آپؐ ان کے خلاف (فیصلے کے لیے) جلدی نہ کیجیے۔“

عجلت کی نفی پر مبنی یہ مضمون اس سورت میں یہاں دوسری مرتبہ آیا ہے۔ آیت ۶۴ میں رسول اللہ ﷺ کو قرآن مجید کے بارے میں جلدی کرنے سے منع فرمایا گیا تھا کہ وحی کے سلسلے میں آپ ﷺ کا شوق اپنی جگہ مگر اللہ کی حکمت اور مشیت یہی ہے کہ اس کی تنزیل ایک خاص تدریج سے ہو۔ اب آیت زیر نظر میں فرمایا جا رہا ہے کہ آپؐ کفارِ مکہ کے بارے میں ایسا خیال اپنے دل میں نہ لائیں کہ انہوں نے ظلم و سرکشی کی انتہا کر دی ہے‘ اس لیے ان کا فیصلہ چکا دینا چاہیے۔ سورۃ الانعام اور اس کے بعد سب مکی سورتوں میں مسلسل قریش مکہ کی سازشوں‘ کٹ حجتیوں اور مخالفانہ سرگرمیوں کی تفصیلات بیان ہوئی ہیں‘ مگر اس کے باوجود فرمایا جا رہا ہے کہ ابھی آپؐ ان کے بارے میں فیصلے کے لیے جلدی نہ کیجیے۔

﴿اِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا ﴿٨٤﴾﴾ ”ہم ان کی پوری پوری گنتی کر رہے ہیں۔“

ہمارے ہاں ہر کام ایک فطری تدریج اور باقاعدہ نظام الاوقات کے تحت طے پاتا ہے۔ چنانچہ ان کے بارے میں فیصلہ بھی ہم اپنی مشیت اور حکمت کے مطابق کریں گے۔ ان کا ایک ایک عمل لکھا جا رہا ہے‘ ان کی ایک ایک حرکت ریکارڈ ہو رہی ہے‘ اسی ریکارڈ کے مطابق ان سے جوابدہی ہوگی اور بالآخر ان کے کرتوتوں کی سزا انہیں مل کر رہے گی۔

فرمان نبویؐ

یہ دنیا مسرت کی جا نہیں

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ ؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِیْلًا وَلَبَكَیْتُمْ كَثِیْرًا))

(بخاری، کتاب الرقاق)

حضرت ابوہریرہ ؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اگر تم ان باتوں کو جان لو جو مجھے معلوم ہیں تو بہت تھوڑا ہنسو اور کثرت سے روتے رہو۔“

تشریح: انسان کی ظاہر بین آنکھ ان حقائق کا ادراک نہیں کر سکتی جن کا تعلق اعمال کی جزا اور سزا سے ہے اور وہ یہ بھی نہیں جانتا کہ موت کی سختی کیسی ہے؟ برزخ میں کیا صورت حال پیش آئے گی اور قیامت کے دن کن مصائب سے دوچار ہونا پڑے گا۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ ان سب چیزوں کو میں تو اچھی طرح جانتا ہوں لیکن تم نہیں جانتے، اگر میری طرح تمہیں بھی ان حقائق کا علم ہوتا تو تم تھوڑا ہنستے اور بہت روتے۔ یہ امر واقعہ ہے کہ اللہ کی نافرمانی اور گناہوں کی سزا اگر ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں تو غم کے مارے چہروں پر اُداسی چھا جائے، ہولناک مستقبل کے خوف سے ہنسی کیسے آئے گی؟ دہشت زدہ انسان کو رونے کے سوا چارہ نہیں۔

ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت
تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر
تنظیم اسلامی کا ترجمان، نظامِ خلافت کا نقیب
بانی: اقتدار احمد مرحوم
17 تا 23 صفر 1439ھ — جلد 26
7 تا 13 نومبر 2017ء — شمارہ 43
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور
مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو، لاہور-54000
فون: 36316638-36366638-
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور-54700
فون: 35869501-03 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org
قیمت فی شمارہ 12 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک ......450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا ---------------- (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر "مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

ادارِیہ
مرزا ایوب بیگ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۚ

آج اس گئے گزرے دور میں بھی پاکستان کی تمام دینی جماعتیں اس بات پر متفق اور مُصر ہیں کہ تحریک پاکستان کا مقصد ایک ایسا خطۂ زمین حاصل کرنا تھا جہاں اسلام بحیثیت نظام قائم ہو اور چونکہ ہندو اکثریت پر مشتمل ہندوستان میں یہ ممکن نہیں لہٰذا ہندوستان کی تقسیم ناگزیر ہے۔ انگریز اور ہندو نے مذہب کی بنیاد پر خطے کی تقسیم کی شدید مخالفت کی لیکن بالآخر مسلمانوں کی سعی و جہد کو کامیابی ملی اور پاکستان بن گیا۔ یہ بھی مدنظر رہنا چاہیے کہ یہ تقسیم دوقومی نظریہ پر ہوئی یعنی مسلمان اکثریتی علاقے پاکستان کا حصہ بنے اور غیر مسلم علاقے جن میں ہندو ہی نہیں سکھ، عیسائی اور دوسرے مذاہب سے تعلق رکھنے والے بھی تھے وہ ہندوستان کا حصہ بنے۔ یہ نکتہ بڑا غور طلب ہے کہ ہندوستان کی تقسیم اس بنیاد پر نہیں ہوئی تھی کہ جو علاقے چاہیں پاکستان میں شامل ہو جائیں اور جو چاہیں بھارت کا حصہ بن جائیں گویا یہ علاقائی تقسیم مسلم اور غیر مسلم کے درمیان ہوئی تھی۔ لہٰذا یہ تسلیم نہ کرنا کہ یہ نظریاتی تقسیم تھی، ضد اور ہٹ دھرمی کے سوا کچھ نہیں۔ ہمیں یہ وضاحت اس لیے کرنا پڑی کہ آج بھی پاکستان میں ایک ایسا طبقہ موجود ہے جو نظریۂ پاکستان کی اصطلاح کے بارے میں علی الاعلان کہتا ہے کہ یہ اصطلاح یحییٰ خان کے دور میں گھڑی گئی تھی۔ اس سے پہلے اس کا کوئی وجود نہیں تھا۔ اُن کے مطابق پاکستان کے نام سے مسلمانوں کا الگ ملک صرف اس لیے حاصل کیا گیا تھا تاکہ ہندو اکثریت کے معاشی استحصال سے بچا جا سکے۔ کوئی اسلامی ریاست بنانا مقصود نہیں تھا۔ ہم اس بات سے تو انکار نہیں کر سکتے کہ بانیانِ پاکستان کے تحت الشعور میں تقسیم کے لیے یہ وجہ بھی موجود ہو کہ مسلمانانِ ہند کو ہندو کے معاشی استحصال اور چیرہ دستیوں سے بچایا جائے۔ یہ تو اللہ ہی جانتا ہے کہ بانیانِ پاکستان کے دل و دماغ میں کیا تھا اور اُن کی نیت کیا تھی؟ ہم تو اُن خیالات اور تصورات کے حوالے سے بات کر سکتے ہیں جن کا اظہار اُنہوں نے کھلے عام کیا، واضح طور پر کیا اور واشگاف انداز میں کیا۔

مصور پاکستان اور مفکر اسلام علامہ اقبال نے ہندوستان کے شمال مغرب میں ایک اسلامی ریاست (مسلمانوں کا ملک نہیں) کے قیام کو تقدیر مبرم قرار دیا اور اُس کی وجہ جواز بھی بتائی جس کا خلاصہ اور مفہوم یہ ہے کہ اسلام کے روشن چہرے پر دورِ ملوکیت میں پڑ جانے والے پردے ہٹا کر دنیا کو حقیقی اسلام سے روشناس کرایا جا سکے۔ سوال یہ ہے کہ کیا اسلام کے نظامِ عدل اجتماعی کے قیام کے بغیر اسلام کے روشن چہرے کو دنیا کے سامنے لایا جا سکتا ہے اور کیا حقیقی اسلام سے دنیا کو روشناس کرایا جا سکتا ہے؟ قائداعظم جنہیں معمارِ پاکستان کی حیثیت حاصل ہے، اُن کی اسلام اور پاکستان سے تعلق کے حوالے سے قیام پاکستان سے پہلے سو سے زائد اور قیام پاکستان کے بعد چودہ (14) تقاریر ہیں، جن میں ظاہر ہے سب کو نقل

نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن جب وہ اس سوال کے جواب میں کہ پاکستان کا آئین کیا ہوگا، فرماتے ہیں کہ پاکستان کا آئین تیرہ سو سال پہلے قرآن مجید کی صورت میں موجود ہے۔ تو خدارا کوئی بتائے کہ اس کا پاکستان میں نظام اسلام کے قیام کے سوا کیا مطلب ہے؟

11 اگست 1947ء کی تقریر کو توڑ مروڑ کر پیش کرنے کی کوشش اُس زمانے میں بھی کی گئی تھی جس کا منہ توڑ جواب قائداعظم نے 25 جنوری 1948ء کو کراچی بار سے خطاب کرتے ہوئے دیا تھا اور اس پروپیگنڈے کو شرانگیز قرار دیا تھا کہ پاکستان میں شریعت محمدیؐ کا نفاذ نہیں ہوگا۔ پاکستان کے حصول کا مقصد ایک اسلامی ریاست کا قیام تھا۔ اس حوالے سے ہم پہلے بھی کئی مرتبہ اپنی گزارشات پیش کر چکے ہیں۔ اس کا مختلف انداز سے اعادہ اس لیے کر رہے ہیں کہ اس حوالے سے بعض سیاست دانوں کے بیان سے ہمارے دل کا درد سوا ہوا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ قائداعظم جو قیام پاکستان کے بعد صرف تیرہ (13) ماہ زندہ رہے، اُنہوں نے خود پاکستان میں صرف ایک محکمہ قائم کیا تھا اور وہ نومسلم علامہ اسد کی سربراہی میں Department of Islamic Reconstruction تھا۔ قائداعظم قیامِ پاکستان سے پہلے ہی ٹی بی کے موذی مرض میں مبتلا تھے لہٰذا اُنہیں صحت اور زندگی نے زیادہ مہلت نہ دی۔ لیاقت علی خان کا چار سالہ دورِ حکومت پاکستان کو اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے میں گزرا۔ قرار دادِ مقاصد اگرچہ اُن ہی کے دورِ حکومت میں منظور ہوئی، لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ وہ پاکستان میں عملی طور پر اسلام کے نفاذ کے حوالے سے کوئی انقلابی قدم اٹھانے میں ناکام رہے۔

یہ بات بڑے وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ ان کے بعد کے تمام حکمرانوں نے اپنی تمام تر جدوجہد کو محض اپنی ذات اور اپنے اقتدار کے استحکام تک محدود رکھا۔ وہ گرگٹ کی طرح رنگ بدلتے رہے۔ اگر امریکہ جیسی عالمی طاقت کو اپنے دشمنوں کو اس خطے سے نکالنے کے لیے اسلام اور جہاد کا سہارا لینا پڑا تو ہمارے حکمران بھی اسلام کا نعرہ لگاتے سنے گئے اور وہ مجاہدین کے سرپرست بن کر سامنے آئے اور اگر امریکہ دہشت گردی کے خلاف جنگ کے نام سے اسلام اور مجاہدین کا دشمن بن کر سامنے آیا تو ہمارے حکمران نہ صرف لبرل ازم کے عاشق نظر آئے بلکہ نظریہ پاکستان کی بھی ایسی تیسی کردی۔ پھر اُنہیں ہندو اور مسلم سماج ایک جیسا نظر آنے لگا اور پاکستان و بھارت کے درمیان سرحدوں کو محض لکیر قرار دے دیا۔ ان سے بھی ہم گزشتہ چند ماہ سے کئی مرتبہ دو دو ہاتھ کر چکے ہیں۔ اب ایک صاحب جو وزیراعظم بننے کے لیے ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہے ہیں۔ اُن کا معاملہ اس لحاظ سے مختلف ہے کہ وہ دنیا بھر میں سیکولرازم کے غلبہ کے باوجود پاکستان کو ریاست مدینہ کی طرز کی ریاست بنانے کا اعلان کر رہے ہیں، اپنی عوامی گفتگو کا آغاز اکثر و بیشتر ﴿اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ﴾ سے کرتے ہیں۔ یہ صاحب منہ سے کہیں یا نہ کہیں لیکن اُن کے طرزِ عمل اور اُن کی گفتگو سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اسلام کے سوشل جسٹس کے قائل ہیں۔ وہ ہر ایک کے لیے انصاف کی بات کرتے ہیں۔ لیکن اُن کے عوامی جلسوں میں عورتیں اچھل کود کر رہی ہوتی ہیں، بازو لہرا لہرا کر نعرہ بازی کرتی ہیں اور بے ہنگم انداز میں تالیاں پیٹتی ہیں۔ موسیقی کا شور کان پھاڑ رہا ہوتا ہے۔ جلسے کے اختتام پر مرد اور عورتیں خلط ملط ہو جاتے ہیں۔ ایسے موقع پر یہ شکایات بھی سنائی دیتی ہیں کہ عورتوں سے چھیڑ چھاڑ کی جاتی ہے۔ پھر یہ صاحب اخلاقیات اور خواتین کے احترام کے لیے لیکچر دیتے ہیں۔

ان صاحب کی خدمت میں ہم عرض کرنا چاہتے ہیں کہ عدل یقیناً اسلام کا کیچ ورڈ ہے۔ عدل کے بغیر اسلام ایک بے روح جسم ہے۔ یہ بھی درست ہے کہ نبی اکرم ﷺ انسانی حقوق کے سب سے بڑے علمبردار تھے۔ اور یہ کہ مساوات اسلام کے زریں اصولوں میں سے ہے۔ لیکن یہ بھی یاد رکھیں کہ ہماری اجتماعی زندگی کے سیاسی، معاشی اور معاشرتی جو تین گوشے ہیں، اُن میں سے سیاسی اور معاشی معاملات پر قرآن پاک سرسری بحث کرتا ہے اور صرف بنیادی اصول بیان کر دیتا ہے۔ البتہ معاشرتی حوالے سے تفصیلی ہدایات دیتا ہے، گھر کو بنیادی یونٹ قرار دیتا ہے۔ والدین کے حقوق اور درجات بیان کرتا ہے۔ عورت کو پردہ کا حکم دیتا ہے، گھر کے اندر اور باہر کے پردے کو صراحت سے بیان کرتا ہے۔ مرد اور عورت کا الگ الگ دائرہ کار بیان کرتا ہے۔ نکاح اور طلاق کے طریقہ کار کی وضاحت کرتا ہے۔ مرد ہو یا عورت شرم و حیا کو انسان کا بنیادی وصف قرار دیتا ہے۔ عورت کے بلاضرورت اور بلاوجہ گھر سے نکلنے کی بجائے اپنے گھروں میں ٹھہرے رہنے کی بات کرتا ہے۔ اسلام مرد اور عورت کے باہمی اختلاط کو معاشرے کے لیے زہر قاتل قرار دیتا ہے۔ قصہ کوتاہ مسلمان عورت کا اصل زیور حیا ہے۔ مرد کے بارے میں بھی اسلام کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ اگر وہ بے حیا ہے تو پھر جو چاہے کرتا پھرے۔ بہرحال اسلام کا معاشرتی نظام پورے اسلامی نظام میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔ کسی نظام کو اُس وقت تک مکمل اسلامی نظام تسلیم نہیں کیا جائے گا، جب تک اسلامی معاشرت اُس میں پروئی نہیں جاتی۔ اللہ تعالیٰ کو اُدھورا اسلام قطعی طور پر گوارا نہیں۔ وہ جس طرح فرد کو انفرادی طور پر پورے کا پورا دین میں داخل ہونے کا حکم دیتا ہے، اسی طرح ریاست کو بھی اسلام کو بحیثیت کُل اور وحدت کے اپنانا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کے کچھ احکامات کو تسلیم کر لینا اور کچھ سے روگردانی کرنا اللہ کے غضب کو دعوت دینے والی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ کا سورۃ البقرۃ آیت نمبر 85 کے آخری جز میں فرمان ہے: ترجمہ: ’’(بات یہ ہے کہ) تم کتاب (اللہ) کے بعض احکام کو تو مانتے ہو اور بعض سے انکار کیے دیتے ہو تو جو تم میں سے ایسی حرکت کرے ان کی سزا اس کے سوا اور کیا ہوسکتی ہے کہ دنیا کی زندگی میں تو رسوائی ہو اور قیامت کے دن سخت سے سخت عذاب میں ڈال دیئے جائیں اور جو کام تم کرتے ہو اللہ ان سے غافل نہیں۔‘‘

سوشل جسٹس تو سکینڈے نیوین ممالک میں بھی نظر آتا ہے۔ یہ لوگ مالی لحاظ سے بھی خوشحال ہیں، لیکن کیا وہاں امن، چین، ذہنی سکون، باہمی اعتماد اور اطمینان دکھائی دیتا ہے؟ ہرگز نہیں لہٰذا حضور ﷺ کا لایا ہوا دین یعنی اسلام ہی ہماری حقیقی پناہ گاہ ہے۔ کرنے کا کام یہ ہے کہ ہم انفرادی اور اجتماعی سطح پر اسے غیر مشروط طور پر اپنا لیں۔

اسلامی ریاست کے بنیادی اُصول

سورۃ الحجرات کی ابتدائی آیات کی روشنی میں

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کے 27 اکتوبر 2017ء کے خطابِ جمعہ کی تلخیص

محترم قارئین! آج ان شاءاللہ ہم سورۃ الحجرات کی ابتدائی چند آیات کا مطالعہ کریں گے۔ ان آیات میں ہماری اجتماعی زندگی کے حوالے سے کافی اہم تعلیمات ہیں۔ چونکہ اس سے قبل ہم نے انفرادی زندگی کے حوالے سے پڑھا کہ ایک مسلمان کے اوصاف کیا ہونے چاہییں۔ اس کے بعد اسلامی معاشرہ کے خدوخال کا ہم نے سورۃ بنی اسرائیل کے دو رکوعوں میں مطالعہ کیا۔ اب ان شاءاللہ ہم ریاست کی سطح کے معاملات کا مطالعہ کریں گے۔ اس حوالے سے جب ہم غور کرتے ہیں تو سورۃ الحجرات کے اندر ہمارے لیے بہت سے پہلوؤں سے ہدایت اور راہنمائی موجود ہے۔ فرمایا:
﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ﴾ ”اے اہل ایمان مت آگے بڑھو اللہ اور اُس کے رسول سے“۔

یعنی اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے جو حدود مقرر کر دی ہیں اُن سے آگے ہرگز نہیں بڑھنا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے بتا دیا ہے کہ یہ جائز ہے، یہ ناجائز ہے، یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے۔ لہٰذا اب اسی دائرے کے اندر رہ کر زندگی گزاری جائے۔ یعنی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کی مکمل پیروی کی جائے۔ یہ راہنمائی ایک فرد کے لیے بھی ہے اور اگر ہم تدبر سے کام لیں تو اسلامی ریاست کا ایک بہت اہم اور بنیادی اصول بھی اسی میں بیان ہوا ہے۔ ریاست کن اصولوں پر قائم ہوگی؟ کیا قوانین بنیں گے؟ ملک کے اندر نظام کیا بنے گا؟ اس کے لیے حدود لگا دی گئی ہیں کہ اللہ و رسول ﷺ سے آگے نہیں بڑھنا۔ یعنی اس حوالے سے اللہ و رسول ﷺ کی جو تعلیمات ہیں ان کے اندر ہی اندر ریاست کا نظام تشکیل دیا جائے۔ چنانچہ یہ اصل الاصول ہے، آگے اس کی تفصیلات آئیں گی۔ بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد ؒ فرمایا کرتے تھے کہ اسلامی ریاست میں یہ چیز طے ہو جائے کہ کوئی قانون اللہ و رسول ﷺ کے خلاف نہیں بنے گا۔ یعنی قرآن وسنت کے خلاف نہیں بنے گا۔ یہ اصل الاصول ہے جس کے تحت اگر آپ نظام بنائیں گے تو وہ اسلامی ہوگا۔ اگر یہ بات مان لی گئی تو گویا ریاست نے کلمہ پڑھ لیا۔ پھر کوئی بھی ایسا قانون، کوئی ضابطہ یا اصول جس سے اللہ و رسول ﷺ کا کوئی حکم ٹوٹتا ہو تو وہ خود بخود کالعدم قرار پائے گا۔ اس حوالے سے ڈاکٹر صاحبؒ بڑی پیاری مثال دیا کرتے

مرتب: ابو ابراہیم

تھے کہ یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر چیز کے بارے میں پتا ہو کہ وہ جائز ہے، حلال ہے تبھی آپ اس کو استعمال کریں گے۔ اگر کوئی شے دین میں ممنوع نہیں ہے، اس کی حرمت ثابت نہیں ہے تو وہ مباح ہے۔ یعنی وہ جائز ہے اس کو آپ استعمال کر سکتے ہیں۔ لیکن جب معلوم ہو جائے کہ دین میں یہ حرام ہے تو اس سے رک جائیں۔ چنانچہ اگر یہ حدود طے ہو جائیں کہ ہم نے اس دائرے کے اندر اندر رہنا ہے، کوئی ایسا قانون نہیں بنایا جائے گا جو قرآن وسنت سے متصادم ہو تو یہی ایک اسلامی ریاست کی بنیاد ہے۔ ہمارے ہاں قرارداد مقاصد میں یہی بات طے ہوئی تھی۔ بعد میں اس کو آرٹیکل 2A کا حصہ بنا دیا گیا۔ چنانچہ اسی وجہ سے ہم کہتے ہیں کہ ہمارا دستور اسلامی ہے کیوں کہ اس میں طے کر دیا گیا ہے کہ: No Legislation will be done repugnant to the Quran and the Sunnah یعنی اس ملک میں کوئی بھی ایسا قانون ہرگز نہیں بنے گا جو قرآن وسنت سے متصادم ہو۔ اگر کوئی قانون بنایا گیا اور ثابت ہو گیا کہ یہ قرآن وسنت سے متصادم ہے تو وہ کالعدم ہو جائے گا۔ چنانچہ یہ ہے سب سے اہم اور بنیادی اُصول۔ ڈاکٹر صاحب اس ضمن میں ایک مثال بیان کیا کرتے تھے کہ جیسے ایک گھوڑے کو رسی سے باندھ دیتے ہیں۔ اب جہاں تک رسی جائے گی وہاں تک وہ گھوم پھر سکتا ہے مگر اس سے آگے نہیں جا سکتا۔ یہی مثال ہماری انفرادی اور اجتماعی زندگی کی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے جو حدود مقرر کر دی ہیں ان کے اندر گویا مباحات کا دائرہ ہے۔ انتظامی معاملات آپ مل جل کر بھی طے کر سکتے ہیں، ان کے اندر حلال وحرام کا مسئلہ نہیں ہے۔ ہاں جو چیز شریعت کی رو سے ثابت ہو جائے کہ فلاں چیز حرام ہے اس کے قریب آپ نہیں جائیں گے۔ لیکن جو مباحات کا دائرہ ہے اس میں کچھ بھی نظام بنا سکتے ہیں۔ لیکن وہ قرآن وسنت سے متصادم نہ ہو۔ چنانچہ یہ وہ اصول ہے جس کی وجہ سے ہماری دینی سیاسی جماعتیں اس دستور کے تحت انتخابات لڑنے کو جائز سمجھتی ہیں۔ البتہ بعض لوگ جیسے صوفی محمد وغیرہ، یہ رائے رکھتے ہیں کہ پاکستان میں جو جمہوری سسٹم چل رہا ہے وہ سو فیصد حرام ہے۔ اس کی کوئی گنجائش نہیں ہے، یہ خلاف اسلام ہے۔ جمہوریت کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ چنانچہ الیکشن میں حصہ لینا بھی حرام ہے۔ جمہوریت کا ویسے تو مطلب بھی یہی ہے کہ جمہور کی حکومت اور جمہور کا مطلب ہے اکثریت۔ یعنی اکثریت چاہے جو بھی قانون بنائے۔ جیسا کہ پوری دنیا میں جمہوریت کا یہی اصول ہے۔ آج دنیا

میں جو جمہوریت رائج ہے اس میں کسی مذہب، کسی وحی، کسی آسمانی ہدایت کی کوئی گنجائش ہی نہیں ہے۔ صرف ایک چیز معتبر ہے کہ عوامی نمائندوں کی اکثریت نے جو فیصلہ کیا وہ قانون بنے گا۔ اسی کا مظہر آپ امریکہ اور یورپ میں بہت سی جگہوں پر دیکھ رہے ہیں کہ ہم جنس پرستی کو جائز قرار دے دیا گیا ہے۔ اب وہاں ہم جنس پرستی جرم نہیں بلکہ اس کے خلاف بولنا جرم بن گیا ہے۔ اس لیے کہ پارلیمنٹ نے فیصلہ کر دیا کہ یہ حلال ہے لہٰذا اب جو بھی اس کے خلاف بولے گا وہ مجرم ہے۔ یہ ہے جمہوریت اور اسی وجہ سے اس کو حرام سمجھا جاتا ہے۔ لیکن پاکستان میں یہ جمہوریت اس وجہ سے قابل قبول ہے کہ یہاں پر آئینی طور پر تسلیم کیا گیا ہے کہ اس ملک میں کوئی قانون قرآن وسنت کے خلاف نہیں بن سکتا۔ اسی وجہ سے ہمارے دینی طبقات کی عظیم اکثریت اس بات کو مانتی ہے کہ اس ملک کا دستور چونکہ اسلامی ہے اس لیے اس کے تحت انتخابات میں حصہ لینا بالکل جائز ہے۔ لیکن جہاں یہ اطمینان والی بات ہے وہیں شدید تشویش والی بات یہ ہے کہ اصولی طور پر آئین کی اس شق (2A) کو پورے آئین پر حاوی ہونا چاہیے تھا لیکن ہماری عدلیہ نے اس دوران کئی فیصلے ایسے دیے ہیں جو قرآن وسنت کے خلاف ہیں۔ جب انہیں توجہ دلائی گئی کہ یہ آرٹیکل 2A کیا کہہ رہا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ یہ کلاز پورے دستور پر حاوی نہیں ہے۔ یعنی یہ اپنی جگہ ایک کلاز ہے اور اس کے خلاف کئی کلازز ہیں جو خلاف اسلام ہیں۔ مگر وہ اپنی جگہ دستور کا حصہ ہیں اور اپنی جگہ قابل عمل ہیں۔ مثال کے طور پر جب جسٹس نسیم حسن شاہ کے سامنے ایک کیس میں یہ بات رکھی گئی کہ آئین میں صدر مملکت کو سزائے موت کی معافی کا جو اختیار دیا گیا ہے یہ قرآن وسنت کے خلاف ہے لہٰذا آئین کی اس شق کو ختم ہونا چاہیے جو صدر کو یہ اختیار دے رہی ہے تو انہوں نے جواب میں verdict دیا کہ یہ بھی اپنی جگہ دستور کا حصہ ہے اور آرٹیکل 2A بھی دستور کا حصہ اپنی جگہ ہے اور دستور کی کوئی شق دوسری شق کو کم نہیں کر رہی ہے لہٰذا میں نے اس شق کے مطابق فیصلہ دے دیا۔

اس کا واضح مطلب یہی ہوا کہ آئین کی یہ شق (2A) کہ قرآن وسنت کے خلاف کوئی قانون سازی نہیں ہو سکتی اب valid نہیں رہی۔ آپ اس کے خلاف بھی کر سکتے ہیں اور آپ نے کر کے دکھا بھی دیا۔ اسی طرح پچھلے دنوں یہی بحث جب نیب کے حوالے سے چھڑی تو پوچھا گیا کہ ہمارے دستور کے اساسی نکات کون سے ہیں؟ یعنی وہ اہم ترین نکات جن کو کبھی نہیں بدلا جا سکتا تو عدلیہ نے جواب میں جو نکات بتائے ان میں یہ شق یعنی 2A شامل ہی نہیں تھی۔

چنانچہ جب تک آرٹیکل 2A کو پورے دستور پر حاوی نہیں کیا جائے گا تب تک یہ ملک حقیقی معنوں میں اسلامی نہیں بن سکتا۔ یہ بہت بڑا دھوکہ ہے جو اس وقت ہو رہا ہے اور کوشش یہ ہو رہی ہے کہ قرارداد مقاصد کو سرے سے نکال ہی دیا جائے۔ حالانکہ ہماری عدلیہ نے جو کچھ کر دیا ہے اس کے مطابق تو اس کی حیثیت پہلے ہی ختم ہو گئی ہے۔ جبکہ پاکستان اگر اسلامی ملک تھا تو اس کی بنیاد پر تھا اور پاکستان میں جمہوری پراسس سے (الیکشن کے ذریعے) اقتدار میں آنے کا اگر جواز تھا تو اس وجہ سے تھا کہ اوپر 2A کی تلوار لٹک رہی تھی۔ یہ ختم ہو گئی تو جمہوریت اور ریاست کی اسلامیت بھی ختم ہو جائے گی۔

﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ①﴾ ''اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ یقیناً اللہ سب کچھ سننے والا سب کچھ جاننے والا ہے۔''

اگر غور کریں تو یہاں گویا ہمیں ہی جھنجھوڑا جا رہا ہے کہ اللہ سے ڈر جاؤ! مسلمان ہو کر ایسی حرکتیں کر رہے ہو؟

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ﴾ ''اے اہل ایمان! اپنی آوازیں بلند نہ کرو نبی (ﷺ) کی آواز پر اور نہ انہیں اس طرح آواز دے کر پکارنا جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے کو بلند

پریس ریلیز 3 نومبر 2017ء

گرانی عذاب کی صورت میں ہم پر مسلط ہو چکی ہے۔ ہمارا ملک سرتاپا قرضوں میں جکڑا ہوا ہے

قرآن پاک میں ایک بستی کا ذکر کیا ہے جسے ہر قسم کی نعمت میسر تھی۔ لیکن وہ اللہ کی نافرمانی کی وجہ سے عذاب کی لپیٹ میں آ گئی۔ پاکستان کی مثال بعینہٖ اُسی بستی کی مانند ہے

حافظ عاکف سعید

گرانی عذاب کی صورت میں ہم پر مسلط ہو چکی ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی لاہور میں خطاب جمعہ کے دوران کہی۔ اُنہوں نے کہا کہ یہ عوام وخواص سب کے کرتوتوں کا نتیجہ ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک آزاد ملک عطا فرمایا تھا اگر ہم وعدے کے مطابق اُس کا دیا ہوا نظام نافذ کرتے تو آج دنیا میں سرخرو ہوتے۔ دنیا میں بھی ہماری عزت ہوتی اور آخرت بھی سنور جاتی۔ اُنہوں نے کہا کہ ہمارا ملک سرتاپا قرضوں میں جکڑا ہوا ہے لہٰذا ہم وہ سب کچھ کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں جس کا حکم ہمارے قرض خواہ ہمیں دیتے ہیں۔ اس پس منظر میں دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ ہم ظاہری آزادی کے باوجود حقیقتاً غلام ہیں۔ اُنہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ایک بستی کا ذکر کیا ہے جسے ہر قسم کی نعمت میسر تھی۔ وافر رزق تھا لیکن اُس نے نافرمانی کی روش اختیار کی اور وہ اللہ کے عذاب کی لپیٹ میں آ گئی۔ پاکستان کی مثال بعینہٖ اُسی بستی کی مانند ہے۔ ہمیں بھی امن اور وافر رزق میسر تھا لیکن ہم نے ناقدری کی۔ آج ہم بھی بھوک اور خوف کے عذاب میں مبتلا ہیں۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر واشاعت، تنظیم اسلامی)

آواز سے پکارتے ہو" ﴿اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝۲﴾ "مبادا تمہارے سارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔"

جیسے آپس میں کوئی سخت الفاظ کہہ دیے جاتے ہیں، یا کبھی کبھی اپنی بات کو منوانے کے لیے کوئی بات زور سے اور اونچی آواز سے کہہ دی جاتی ہے، ایسا انداز اگر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اختیار کیا گیا تو تمہارے تمام اعمال ضائع ہو جائیں گے اور تمہیں اس کا احساس بھی نہیں ہوگا۔ اس امت میں آنحضور ﷺ کا جو خصوصی مقام ہے اس کے حوالے سے یہ بہت اہم آیات ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ ہم مسلمان بھی بہت سے ایسے ہیں جو رسول ﷺ کو وہ مقام دینے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ جیسا کہ آئینی طور پر ہم قرآن وسنت کی بالادستی قبول کرنے کو تیار ہی نہیں ہیں۔ حتیٰ کہ ختم نبوت اور تحفظ ناموس رسالت کے قوانین کے بھی درپے ہو گئے ہیں۔ یہ اس دور کا بہت بڑا فتنہ ہے۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰی ؕ﴾ "بے شک وہ لوگ جو اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں اللہ کے رسول کے سامنے یہی لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے جانچ پرکھ کر چن لیا ہے تقویٰ کے لیے۔" ﴿لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِیْمٌ ۝۳﴾ "ان کے لیے مغفرت بھی ہے اور بہت بڑا اجر بھی۔"

یعنی تقویٰ کی وہ دولت اللہ تعالیٰ تبھی عطا کرے گا جب ہمارا طرزِ عمل رسول اللہ ﷺ سے وہی ہوگا جس کا یہاں تقاضا کیا جا رہا ہے اور تقویٰ وہ چیز ہے جو جنت میں داخلے کی شرط ہے۔

﴿اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِیْنَ ۝۱۳۳﴾ (آل عمران) "وہ (جنت) تیار کی گئی ہے اہلِ تقویٰ کے لیے۔"

اسی طرح اور بے شمار آیات ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ جنت صرف متقین کے لیے ہے۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ ۝۴﴾ "بے شک وہ لوگ جو آپؐ کو پکارتے ہیں حجروں کے پیچھے سے ان میں سے اکثر وہ ہیں جو عقل نہیں رکھتے۔"

خاص طور پر باہر سے جو بدو آتے تھے ان کا کم علمی کی بناء پر ایسا طرزِ عمل ہوتا تھا۔ اس ضمن میں ایک خاص واقعہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ بنو تمیم کے کچھ لوگ آئے اور وہ حضور ﷺ کے حجرے کے باہر کھڑے ہو کر آواز دے رہے تھے۔ ((یامحمد! اخرج علینا))۔ یہ وہی اکھڑ انداز تھا جس میں بدو ایک دوسرے کو بلاتے تھے۔ لہٰذا اس پر توجہ دلائی جا رہی ہے کہ چونکہ یہ لوگ باہر سے نئے آئے ہیں اس لیے انہیں مقام رسالت کا شعور نہیں ہے اور نہ ہی آداب کا پتا ہے۔ ان کی نیت آپؐ کی توہین کرنا نہیں ہے اور نہ ہی کسی قسم کی اہانت ان کے پیشِ نظر ہے۔ چونکہ ناسمجھ ہیں اس لیے عادت سے مجبور ہیں۔

﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰی تَخْرُجَ اِلَیْهِمْ لَكَانَ خَیْرًا لَّهُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝۵﴾ "اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ آپ خود ان کے پاس نکل کر آجاتے تو یہ ان کے حق میں بہتر ہوتا۔ بہرحال اللہ بہت بخشنے والا، بہت رحم کرنے والا ہے۔"

یعنی آنحضور ﷺ کے بھی اپنے معمولات ہیں، کسی وقت آپ آرام کر رہے ہوں اور اس کا بھی امکان ہے کہ وحی کا نزول ہو رہا ہو۔ اب باہر سے جو آواز دے رہا ہو اس کو تو نہیں پتا کہ اندر آنحضور ﷺ کس کیفیت میں ہیں۔ لہٰذا بہتری اسی میں ہے کہ باہر انتظار کریں جب تک کہ حضور ﷺ خود تشریف نہ لے آئیں۔ یہاں ان کو وارننگ دی گئی کہ اب تک جو ہوا سو ہوا لیکن آئندہ آداب کا خیال رہے۔

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْٓا﴾ "اے اہلِ ایمان! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق شخص کوئی بڑی خبر لے کر آئے تو تم تحقیق کر لیا کرو۔"

یہ ایک اہم ہدایت ہے۔ فاسق وہ شخص ہے جو تقویٰ کے خلاف ہے۔ یعنی گناہوں سے بچنے کا اہتمام نہیں کرتا۔ وہ پروا نہیں کرتا کہ کیا جائز ہے کیا ناجائز ہے، حلال حرام سب اس کی زندگی میں چل رہے ہوں۔ ایسا شخص معتبر نہیں ہے لہٰذا اس کی خبر پر اعتبار کر کے کوئی قدم مت اٹھاؤ جب تک کہ تحقیق نہ کر لو۔ اسی ضمن میں اللہ کے رسول ﷺ کا فرمان ہے کہ: "کسی انسان کے جھوٹا ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ جو سنے اُسے (بغیر تحقیق) آگے بیان کر دے۔"

مگر آج تو لگتا ہے کہ اسی حکم کو توڑنے پر پوری قوم کمربستہ ہے اور اس کے لیے بے شمار ذرائع آگئے ہیں۔ اسلامی تعلیمات تو یہ ہیں کہ کسی نے جو سنا اُسے ہو بہو آگے بیان کر دیا، کوئی مرچ مصالحہ نہیں لگایا تب بھی جھوٹا ہے۔ لہٰذا کوئی بات آگے بیان کرنے سے پہلے پوری ذمہ داری سے تحقیق کرو پھر آگے بیان کرو۔ اسی طریقے سے افواہ کی بیخ کنی کی جائے۔ افواہ پھیلانے والوں کی حوصلہ شکنی کی جائے، ان کو سزائیں بھی دی جا سکتی ہیں اس لیے کہ ان کی اس حرکت کی وجہ سے اسلامی ریاست کے معاملات تلپٹ ہو سکتے ہیں۔

﴿اَنْ تُصِیْبُوْا قَوْمًاۢ بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰی مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِیْنَ ۝۶﴾ "مبادا کہ تم جا پڑو کسی قوم پر نادانی میں اور پھر تمہیں اپنے کیے پر نادم ہونا پڑے۔"

یہ سورۂ مبارکہ مدنی دور کے بالکل آخر میں نازل ہوئی ہے اور اس میں مسلمانوں کو ان کی اجتماعی زندگی کے حوالے سے گویا آخری تکمیلی ہدایات دی جا رہی ہیں۔ اس زمانے میں اکثر یہ ہوتا کہ کبھی خبر آتی کہ کوئی گروہ مدینہ پر چڑھائی کرنے کے لیے آ رہا ہے۔ ظاہر ہے اس طرح کی خبر جب پھیلتی ہے تو اس کا فوری ردِعمل کسی بھی بے گناہ قافلے یا گروہ پر ظلم کا باعث بن سکتا ہے۔ لہٰذا یہاں یہ سنہری اُصول سکھایا جا رہا ہے کہ جب بھی اس طرح کی کوئی خبر آئے تو پہلے تحقیق کر لیا کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم ظلم کا ارتکاب کر بیٹھو اور بعد میں کف افسوس ملتے رہو کہ ہم سے یہ کیا ہو گیا؟

﴿وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِیْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ؕ﴾ "اور جان لو کہ تمہارے مابین اللہ کا رسول موجود ہے۔" ﴿لَوْ یُطِیْعُكُمْ فِیْ كَثِیْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ﴾ "اگر وہ تمہارا کہنا مانا کریں اکثر معاملات میں تو تم لوگ مشکل میں پڑ جاؤ" ﴿وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَیْكُمُ الْاِیْمَانَ وَزَیَّنَهٗ فِیْ قُلُوْبِكُمْ﴾ "لیکن (اے نبی ﷺ کے ساتھیو!) اللہ نے تمہارے نزدیک ایمان کو بہت محبوب بنا دیا ہے اور اسے تمہارے دلوں کے اندر کھبا دیا ہے" ﴿وَكَرَّهَ اِلَیْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْیَانَ ؕ﴾ "اور اُس نے تمہارے نزدیک بہت ناپسندیدہ بنا دیا ہے کفر، فسق اور نافرمانی کو۔" ﴿اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ۝۷﴾ "یہی لوگ ہیں جو صحیح راستے پر ہیں۔"

یہاں صحابہ کرامؓ کا مقام و مرتبہ، ان کی عظمت خود قرآن کی زبان میں بیان ہو رہی ہے۔ یعنی تمہارے اندر ایمان کی محبت اللہ نے خود راسخ کر دی ہے اور اسے تمہارے دلوں میں مزین کر دیا ہے۔ یہاں صحابہ کرامؓ کی مدح میں یہ باتیں بیان ہو رہی ہیں اور اس لحاظ سے یہ بہت اہم مقام ہے۔ اللہ بہتر جانتا ہے کہ کون اس فضل کا مستحق تھا اور کس کو یہ فضل عطا ہونا چاہیے اس پر ان شاء اللہ آئندہ گفتگو کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگیوں کو دین کی روشنی سے مزین کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

☆☆☆

نصرت خداوندی سے بڑھ کر کسی کی نصرت کام نہیں آسکتی

حافظ عاکف سعید

امریکی وزیر خارجہ افغانستان ہی سے پاکستان کو للکارتے ہوئے اسلام آباد پہنچے تھے جس کی تفصیل میڈیا میں آچکی ہے۔اس میں ان کا لب ولہجہ وائسرائے جیسا تھا اورانہوں نے دھمکی دی تھی کہ پاکستان سیدھے راستے پر آجائے اوردہشت گردوں کی سرپرستی چھوڑ دے۔حقیقت یہ ہے کہ ماضی میں ہم نے خود ہی امریکہ کو یہ حیثیت دی جیسے گویا کہ وہ آقا ہو اور ہم غلام۔سب جانتے ہیں کہ ایک طویل عرصے تک ہم امریکہ کی دہشت گردی کے خلاف نام نہاد جنگ میں پرویز مشرف نے ایک ہی دھمکی پر سپرڈالے رکھی تھی۔پرویز مشرف کو اقتدار میں لایا ہی اس لیے گیا تھا کہ امریکہ نے اس سے کام لینا تھا۔وجہ ظاہر ہے کہ ایک ہی بااختیار شخص سے کام لینا آسان ہوتا ہے۔ بہرحال اب یہ تاریخ کا حصہ ہے اوراس کے حقائق کھل کر سامنے آچکے ہیں۔یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ پوری قوم نے پرویز مشرف کے اس فیصلے کو قبول کیا تھا۔آغاز میں تو معاملہ دوستی کا رہا لیکن ہم سے بھرپور کام لینے کے بعد اب ہمارے ساتھ غلاموں جیسا رویہ اختیار کیا جارہا ہے۔ الحمد للہ کہ ہماری موجودہ حکومت نے اپنا رویہ بدلا ہے یہاں تک کہ بی بی سی بھی کہہ اٹھا کہ پاکستان نے امریکی وزیر خارجہ کے ساتھ سرد مہری کا رویہ اختیار کیا۔پاکستان کے وزیر خارجہ نے بھی کہا ہے کہ امریکہ تسلیم کرے کہ اسے افغانستان میں شکست ہوئی ہے۔اسے اس حقیقت کو تسلیم کرنا چاہیے اس لیے کہ ایک محتاط اندازے کے مطابق افغانستان کے 50فیصد سے زائد حصہ پر طالبان افغانستان کی عملداری ہے۔ایک وقت وہ تھا جب امریکی حملے کے بعد طالبان پہاڑوں میں چھپ گئے تھے۔گوریلا جنگ تو دو تین سال کے بعد شروع ہوئی۔پندرہ سال کے بعد اب پوزیشن یہ ہے کہ افغانستان کے پچاس فیصد سے زیادہ حصے پر وہ قابض ہیں۔امریکہ اپنے نیٹو اتحادیوں کے لاؤ لشکر کے ساتھ افغانستان پر حملہ آور ہوا تھا لیکن موجودہ حقائق کے پیش نظر اسے اپنی شکست تسلیم کر لینی چاہیے۔ ہماری جانب سے اس بات کا اظہار ہمارے وزیر خارجہ کی جانب سے ہوا ہے جو یقیناً خوش آئند ہے۔ایسی بات کرنے کی ہمیں پہلی بار جرأت ہوئی ہے۔لیکن دوسری جانب ہمارے ہاں سیاسی عدم استحکام کی صورتحال ہے علاوہ ازیں معاشی سطح پر ہم دیوالیہ پن کا شکار ہیں لہٰذا ان حالات میں ہم عالمی قوتوں کا مقابلہ کس طرح کر سکتے ہیں؟عالمی قوتیں تو اسلام اور پاکستان کی دشمنی پر اتر آئی ہیں۔ہماری معاشی بدحالی کی بنیاد پر وہ ہمارا استحصال کریں گی اور ہمارا بازو مروڑیں گی۔اس وقت تو ہماری پوزیشن یہی ہے۔اس کے لیے عوام وخواص میں سچا جذبہ ایمانی پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ہم منحرف شدہ نظریے کی طرف واپس آئیں اورحقیقی معنوں میں اللہ اوراس کے رسول ﷺ کے وفادار بن جائیں تو سب کچھ ممکن ہوسکے گا۔اللہ کی نصرت آئی تو اس کا کوئی مقابلہ نہیں کرسکتا چاہے دنیا کی بڑی سے بڑی قوت ہی کیوں نہ ہو۔کائنات کی سب سے بڑی قوت اللہ ہے جو احکم الحاکمین ہے۔ہمارا نعرہ ہی اللہ اکبر ہے۔کل قوت کا مالک بھی وہی ہے کیونکہ وہی قادر مطلق ہستی ہے۔لا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ ۔کسی اور کے پاس اس کے مقابلے میں کوئی قوت نہیں۔ایسا نہیں کہ کچھ چھوٹی قوتیں ہیں اور اللہ بڑی قوت ہے بلکہ قوت کا مالک صرف اور صرف اللہ ہے۔ہم مسلمانوں کا عقیدہ تو یہی ہے۔لیکن چونکہ ہم اس کے وفادار نہیں رہے اور نہ ہی بظاہر ہمارا ایسا کوئی ارادہ ہے۔ہم تو زمینی خداؤں کے آگے سربسجود ہوچکے ہیں۔جبکہ نصرت خداوندی ہی ہمیں اس صورتحال سے نکال سکتی ہے ورنہ ہمارے بس میں نہیں کہ ان قوتوں کے خلاف مزاحمت کرسکیں۔ہماری دعا ہے کہ اللہ ہمیں ان بدی کی قوتوں کے شر سے محفوظ فرمائے۔

دوسرا ایشو یہ سامنے آیا ہے کہ لاہور کے حلقے NA-120 کی طرح پشاور کے حلقے NA-4 کے الیکشن میں اسلامی جماعتوں کی بہت ہی افسوسناک کیفیت سامنے آئی ہے۔انہیں بہت بری طرح ناکامی کا سامنا کرنا پڑا ہے۔یہ صورتحال ان تمام اسلامی جماعتوں کے لیے جو الیکشن کے میدان میں ہیں لمحہ فکریہ ہے۔انہیں سر جوڑ کر بیٹھنا چاہیے کہ انہیں اس صورتحال کا سامنا کیوں ہے؟ دوسری طرف عقیدۂ ختم نبوت کے حوالے سے ان جماعتوں کی تحریک چلانے کی دھمکی کے نتیجے میں حکومت نے پسپائی اختیار کرلی ہے۔اس بات سے ہمارے اس موقف کی صداقت کی توثیق ہوتی ہے کہ اسلامی نظام کا نفاذ انتخابی سیاست کے ذریعے ممکن نہیں بلکہ اس کے لیے ایک بھرپور اور پرامن عوامی تحریک کی ضرورت ہے۔بار بار یہ صورتحال سامنے آرہی ہے لیکن ہم اس سے سبق حاصل کرنے کے لیے تیار نہیں۔ ہماری مذہبی سیاسی جماعتوں نے طے کر رکھا ہے کہ وہ ان تلخ تجربات سے کوئی فائدہ نہیں اٹھائیں گی۔بار بار کی عبرتناک شکست کے باوجود اسی راستے پر آئندہ بھی جازم رہیں گی۔اپنا تبصرہ تو اس صورتحال پر بس اتنا ہی ہے کہ:

اک طرز تغافل ہے سو وہ ان کو مبارک
اک عرض تمنا ہے سو ہم کرتے رہیں گے

اللہ تعالیٰ انہیں اس راستے پر آنے کی توفیق عطا فرمائے تو یقیناً یہ ایک بہت بڑی قوت بن کر سامنے آئیں گی اور اللہ کے دین کو غالب کرنے کی حقیقی جدوجہد کریں تو اللہ کی مدد ان کے شامل حال رہے گی۔ان شاء اللہ

دعائے مغفرت
اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ

☆ تنظیم اسلامی بہاولپور کے مبتدی رفیق جناب میاں سراج احمد وفات پا گئے

☆ قرآن انسٹی ٹیوٹ لطیف آباد، حیدر آباد کے مدیر جناب فاروق احمد کے والد وفات پا گئے

☆ حلقہ فیصل آباد، معتمد حلقہ وسطی زون جناب ماجد مشتاق کی ساس وفات پا گئیں

برائے تعزیت: 0321-2323023

☆ حلقہ حیدر آباد، لطیف آباد کے مبتدی رفیق شعیب خان کے جوان بہنوئی وفات پا گئے

برائے تعزیت: 0300-3034820

☆ گوجرانوالہ کی مقامی تنظیم کے رفیق اعظم طفیل کی پھوپھی وفات پا گئیں

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔قارئین سے بھی ان کے لیے دُعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ فِیْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

انجینئر مختار فاروقی
0301-6998587
Email:hikmatbaalgha@yahoo.com

مردِ حُرّ ـــــ آزاد مرد ایک بامعنی لقب ہے۔ عربی میں ح ر ر سے حرارت کا لفظ بھی اردو میں استعمال ہوتا ہے اور حُریت بھی۔ حُریّت آج کی مغربی اصطلاح FREEDOM کے ترجمہ کے طور پر مستعمل ہے۔ آج مغربی تہذیب کا نعرہ اخوت، حریت و مساوات کے تین الفاظ ہیں مگر الفاظ کے اشتراک کے باوصف آج کی مغربی اصطلاحات کی اپنی CONNOTATION ہوتی ہے اور ان کے پیچھے آج MORALLESS اور VALUELESS کردار کے ساتھ خالص مادّی (MATERIALISTIC) فکر جو خدا بےزاری اور وحی بےزاری کے تصورات لیے ہوئے ہوتا ہے۔ لہٰذا کہا جا سکتا ہے کہ مغرب کے نزدیک حریت کے معانی اور مفہوم' اور' ہے جبکہ مسلمانوں اور بالخصوص علامہ اقبال کے نزدیک حریت کا مفہوم بالکل جدا ہے۔ مثال کے طور پر وطن کا لفظ ہمارے ہاں بھی استعمال ہوتا ہے اور مغرب نے وطن کو مادر وطن کے تصور سے اٹھا کر وطنیت پرستی اور NATIONALISM بنا دیا ہے جو ایک پورا سیاسی نظامِ حیات ہے۔ لہٰذا علامہ اقبال نے 'وطنیت' کی برائی کی وضاحت کے لئے جو نظم لکھی ہے اس میں ایک شعر ہے۔ فرماتے ہیں:

گفتارِ سیاست میں وطن اور ہی کچھ ہے ارشادِ نبوتﷺ میں وطن اور ہی کچھ ہے

اسی طرح کہا جا سکتا ہے کہ حریت اور آزادی یا FREEDOM کے معنی ڈکشنری میں کچھ بھی ہوں مغربی فکر میں LIBRALISM کے طور پر ایک پورا نظریۂ حیات اور خدا بےزاری و وحی دشمنی کے ساتھ ساتھ انسان دشمنی کے تصورات پر مبنی ہے جبکہ اسلام اور مسلمانوں کے نزدیک آزادی اور حریت ایک اعلیٰ انسانی وصف ہے جو حق گوئی، بےباکی اور اعلیٰ کردار کا آئینہ دار ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کے مطابق زندگی گزارنے والا حق گو، بےباک اور نڈر انسان ہی مردِ حُرّ کے معنی میں ہے۔

مردِ حُرّ 1

1 مردِ حُر محکم ز وِردِ لَاتَخَفْ ما بمیداں سر بجیب ، او سر بکف

آزاد مرد لَاتَخَفْ (خوف مت کر) کے وِرد سے مضبوط ہے ہم میدان میں سر جھکائے ہوئے ہیں اور وہ موت سے بےخوف ہے

2 مردِ حر از لَا اِلٰہ روشن ضمیر می نہ گردد بندۂ سلطان و میر

آزاد مرد کلمۂ لا الٰہ سے (آزاد اور) روشن ضمیر بنتا ہے اور وہ کسی سلطان اور حکمران کا غلام بن کر زندگی نہیں گزارتا

3 مردِ حر چوں اشتراں بارے برد مردِ حر بارے برد خارے خورد

آزاد مرد اونٹوں کی طرح ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھاتا ہے آزاد مرد سخت کوش ہوتا ہے اور کانٹے کھا کر (کم سے کم پر) گزارہ کرتا ہے

1۔ علامہ اقبال کے نزدیک مردِ حُر ایک کردار ہے جو قرآن مجید کا انسانِ مطلوب ہے جنہیں قرآن مجید 'عبادُالرحمٰن' کے لقب سے پکارتا ہے۔ یہی کردار ہے جسے علامہ اقبال اپنے کلام میں 'شاہین' سے تشبیہ دیتے ہیں۔ 'مردِ حُر' ایک آزاد منش اور درویش منش کا کردار ہے جو بےوسائل ہونے کے باوصف مخالفانہ پراپیگنڈا، کردار کشی، خدا بےزاری، ابلیسی نظریات و تصورات کی چمک اور وحی دشمنی کے علمبرداروں سے نبرد آزما رہتا ہے اور بار بار انہیں پٹخ کر شکست سے دوچار کرتا ہے۔ مردِ حُر کے کردار کی جان قرآن مجید میں اہل ایمان کی شان میں وارد "لَاخَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَاھُمْ یَحْزَنُوْنَ" کے الفاظ سے ماخوذ 'لاتــخف' کا دائمی ورد ہے بلکہ یہ الفاظ ان کے سانس کے اندر اور باہر جانے سے ادا ہوتے رہتے ہیں۔ کمزور ایمان کے لوگ ضرورت پڑنے پر جب جان کی بازی لگانے کا موقع ہو 'سر بجیب' یعنی سوچ بچار میں مصروف ہوتے ہیں جبکہ مردِ حر اس وقت 'سر بکف' جان ہتھیلی پر لیے سب سے پہلے کھڑا ہوتا ہے اسی جذبے کو علامہ اقبال نے حضرت ابراہیم d کے تذکرے میں آگ میں ڈالے جانے کے موقع پر الفاظ میں یوں پرویا ہے

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق
عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی

2۔ سچا مومن اور دل سے 'لا الٰہ' کہنے والا ہی روشن ضمیر شخص کہلانے کا مستحق ہے اور انگریز کی غلامی میں ظاہر ہے کہ ایسا شخص حکمرانوں کا وفادار اور غلام بن کر زندگی نہیں گزارتا اور کچھ مسلمان ایسا کر رہے ہیں تو وہ بقول قائداعظم محمد علی جناح 'کھوٹے سکے' ہیں اور سچے مسلمان نہیں ہیں۔ انگریزوں کے اقتدار کی گاڑی کھینچنے والے، خان بہادر، شمس العلماء، سر اور دیگر خطابات حاصل کرنے یا جاگیریں لے کر اس کی وفاداری کرنے والے بھلا مردِ حُر کہلانے کے مستحق کہاں ہو سکتے ہیں۔

3۔ مردِ حُر کبھی عیش پرست، STATUS CONSCIOUS اور 'پرنس' یعنی شہزادوں والے مزاج کا نہیں ہو سکتا۔ مردِ حُر صحرائی جانور اونٹ کی طرح سخت کوش ہوتا ہے۔ وہ بوجھ اٹھاتا ہے۔ مسلسل بےتکان محنت کرتا ہے اور اس کی خوراک کم سے کم ہوتی ہے۔ وہ ہفتوں بغیر پانی اور خوراک کے گزارہ کر سکتا ہے۔ مردِ حُر بھی ذمہ داریوں کے بوجھ اٹھاتا، کسی کام کو عزم و ہمت سے لے کر اٹھتا ہے اور اونٹ کی طرح کانٹے کھا کر بھی ذمہ داریوں سے گریز نہیں کرتا اور شکوہ بھی نہیں کرتا۔

ایک طرف انڈیا، ایران اور افغانستان پاکستان کے خلاف ڈٹے ہوئے ہیں اور ان کی پشت پر امریکہ ہے اور دوسری طرف پاکستان کی سیاسی اور معاشی صورتحال خوفناک ہے۔ ان حالات میں کوئی معجزہ ہی پاکستان کو بچا سکتا ہے یا پھر ہمیں عقل آجائے کہ ہم حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے سنجیدہ ہو جائیں: ایوب بیگ مرزا

امریکہ کے نزدیک آپشن صرف ایک بچا ہے کہ پاکستان کو اس بات پر مجبور کیا جائے کہ وہ علاقے میں انڈین بالادستی کو قبول کر لے۔ لیکن پاکستان میں چاہے کوئی سیکولر ہو یا انتہا پسند، وہ امریکہ، روس یا چین وغیرہ کی غلامی قبول کر لے گا لیکن انڈیا کی غلامی کو قبول کرنا اس کے لیے ممکن نہیں: اوریا مقبول جان

افغان جنگ میں امریکہ کہاں کھڑا ہے؟ کے موضوع پر

حالات حاضرہ کے منفرد پروگرام ”زمانہ گواہ ہے“ میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہار خیال

میزبان: آصف حمید

مرتب: محمد رفیق چودھری

سوال: امریکہ کی حالیہ افغان پالیسی سے لگتا ہے کہ سولہ سالہ اس امریکی جنگ میں کوئی نیا موڑ آنے والا ہے۔ یہ جنگ اس وقت کہاں کھڑی ہے اور آئندہ کیا ہونے والا ہے؟

اوریا مقبول جان: آج سے تقریباً ساڑھے آٹھ سال پہلے جب اوباما حکومت میں آیا تھا تو اس سے قبل اس کی الیکشن مہم کا بنیادی نکتہ یہ تھا کہ ہم افغانستان سے نکل جائیں گے کیونکہ افغان جنگ نے ہمیں برباد کر دیا ہے۔ اس وقت تک امریکہ کو افغانستان میں آئے ہوئے آٹھ سال ہو چکے تھے۔ لہٰذا اوباما نے کوشش کی کہ کسی نہ کسی حد تک وہاں سے نکلا جائے۔ 2014ء میں اس کی افغانستان سے نکلنے کی ا سٹریٹجی تھی لیکن پینٹا گون اور سی آئی اے نے اوباما کو کہہ دیا کہ ہم نہیں نکلیں گے۔ اس لیے کہ وہ زمانہ گزر گیا کہ جب ہم فلپائن، ویت نام، چلی اور بے شمار دوسری جگہوں سے نکل گئے تھے۔ آج ہم سپر پاور ہیں اور سپر پاور کی حیثیت سے افغان جنگ سے ناکام لوٹنا ٹھیک نہیں ہوگا۔ لہٰذا پینٹا گون کے کہنے پر اس وقت اوباما نے افغانستان میں امریکی فوج کی تعداد اور بڑھا دی تھی لیکن امریکہ کے ساتھی ممالک یعنی نیٹو کے ممالک آہستہ آہستہ وہاں سے نکلنا شروع ہو گئے تھے۔ یہاں تک کہ امریکہ اور برطانیہ صرف دو ممالک رہ گئے تھے۔ برطانیہ کے پاس ہلمند اور غزنی کا علاقہ تھا۔ کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ برطانیہ ایک کلونیل پاور رہا ہے اور اسے سٹریٹ فائٹ کو ہینڈل کرنے کا تجربہ ہے اس لیے اس کو یہ علاقے دے دیئے جائیں۔ لیکن ہلمند میں آخری معرکہ ایسا ہوا کہ برطانیہ وہاں سے دم دبا کے بھاگا جیسے وہ پہلے بھاگا تھا۔ اس کے بعد اوباما نے آٹھ سال مزید کوشش جاری رکھی لیکن اس کے ساتھ ساتھ امریکہ عراق اور عرب اسپرنگ کے حوالے سے مصروف ہو گیا تھا۔ جس وقت شام میں موجودہ صورتحال پروان چڑھ رہی تھی تو اس وقت پاکستان میں ضرب عضب شروع ہوا اور حالات ایسے نہیں تھے کہ یہاں سے لوگ جا کر افغانستان میں لڑیں۔ گویا امریکہ کے لیے فضا مکمل ہموار تھی مگر اس سب کے باوجود انہیں مطلوبہ مقاصد حاصل نہیں ہوئے۔ پھر جب ٹرمپ نے کہا کہ ہم دنیا کی ان جنگوں سے امریکہ کو نکالیں گے جن میں امریکہ فضول میں اُلجھا ہوا ہے تو پینٹا گون نے کہا کہ تم ایسے نہیں نکل سکتے۔ امریکہ کی ایک سینٹ کمیٹی آف ڈیفنس ہوتی ہے جس کے سامنے یہ جا کر پیسے مانگتے ہیں کہ ہمارے لیے بجٹ مختص کرو۔ اس نے مئی میں ان ساروں کو بلا لیا کہ آ کر ان جنگوں میں اپنی کارکردگی بتاؤ جو امریکہ لڑ رہا ہے۔ چنانچہ 26 اپریل 2017ء کو یہ سینٹ کی سٹینڈنگ کمیٹی کے سامنے پیش ہوئے اور جان مکین نے رپورٹ سنائی کہ آٹھ سو ارب ڈالر تم نے اس قوم کے خرچ کیے، دو ہزار سے زیادہ امریکی مرینز مروائے جو بہت مشکل سے بنتے ہیں، اس سے کہیں زیادہ لوگ باقی فورسز کے مرے، 80 ہزار کے قریب افغان فوجی مروائے، بیس ہزار بالکل معذور ہو چکے ہیں۔ اس کے علاوہ تمہارا نفسیاتی حال یہ ہے کہ روزانہ 22 سابق امریکی فوجی خودکشی کرتے ہیں۔ (کیونکہ ایسی جنگ میں بچوں، خواتین وغیرہ کو مارنا پڑ جائے تو انسان نفسیاتی مرض میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ کتنا بھی انسان بھیڑیا کیوں نہ ہو جائے پوری زندگی وہ چیخیں اس کے ساتھ رہتی ہیں) تقریباً نو لاکھ ایسے سابق فوجی ہیں جو پوسٹ ڈرومیٹکس سٹریس (PTST) کا شکار ہیں۔ (یہ ایک ایسی بیماری ہے جس میں ان کو نفسیاتی مدد کے لیے ہسپتال میں داخل ہونا پڑتا ہے۔ لیکن جب وہ ہسپتال سے واپس جاتے ہیں تو انہیں گھر والے قبول ہی نہیں کرتے۔ تب وہ بیچارے اپنا ٹرنک اُٹھا کر رات کو شیلٹر ڈھونڈ رہے ہوتے ہیں۔ امریکہ میں کل سولہ لاکھ شیلٹر لیس ہیں جن میں سے نو لاکھ فوجی ہیں) جان مکین نے کہا کہ اتنا نقصان اُٹھانے کے بعد اب بتاؤ کہ تمہارے پاس کیا اسٹریٹجی ہے؟ انہوں نے کہا کوئی اسٹریٹجی نہیں۔ اس پر ٹرمپ نے پھر پاک افغان پالیسی بنائی ہے اور اس کے پیچھے دراصل یہودی ہیں۔ اسرائیل افغانستان میں انڈیا کو لانا چاہتا ہے کیونکہ یہ انڈیا اور اسرائیل کا گٹھ جوڑ تھا۔ آپ دیکھیں کہ ٹرمپ نے اپنی پالیسی تقریر میں ایک سانس میں دو باتیں کیں ہیں۔ پہلے اس نے کہا کہ پاکستان شدت پسند نظریات کو سپورٹ کرتا ہے۔ ساتھ ہی اس نے اگلے جملے میں کہا کہ انڈیا کے ساتھ ہمارے بڑے پرانے تعلقات ہیں۔ دوسری طرف آپ دیکھیں تو مئی سے لے کر آج تک تقریباً 275 امریکی افغان جنگ میں مر چکے ہیں۔ افغانستان ان کے لیے ایک ایسا ڈراؤنا خواب بن گیا ہے کہ وزیر خارجہ ٹیلرسن حالیہ دورے میں چھپ کر افغانستان پہنچا ہے اور بگرام ایئرپورٹ سے باہر نہیں نکلا۔ یہاں تک کہ ڈر کے مارے دورے کے شیڈول میں افغانستان کا ذکر تک نہیں کیا کیونکہ اس وقت طالبان کا افغانستان کے 48 فیصد حصے پر مکمل کنٹرول ہو چکا ہے۔ ٹیلرسن نے ایک جُملہ بولا ہے کہ ہم انڈیا کو کہیں گے کہ وہ ہماری اکنامک مدد کرے۔ گویا آپشن صرف ایک بچا ہے کہ پاکستان کو اس بات پر مجبور کیا جائے کہ وہ اس علاقے میں انڈین بالادستی کو قبول کر لے۔ لیکن پاکستان میں چاہے کوئی سیکولر ہو یا انتہا پسند، وہ امریکہ، روس یا چین وغیرہ کی غلامی قبول کر لے گا لیکن انڈیا کی غلامی کو قبول کرنا اس کے

لیے ممکن نہیں۔ یہاں آکر امریکہ اب پھنس گیا ہے۔

سوال: آپ کے خیال میں امریکی وزیر خارجہ پاکستان کے دورے پر کون سے مطالبات لے کر آئے ہوں گے؟

ایوب بیگ مرزا: یہ قطعی طور پر بتانا مشکل ہوگا کہ انہوں نے کیا مطالبات کیے ہوں گے کیونکہ یہ سب کچھ میڈیا پر نہیں آتا۔ البتہ وہ زبان سے کہیں یا نہ کہیں لیکن ایک بات ظاہر ہے کہ وہ یہ چاہتے ہیں کہ پاکستان افغان جنگ جیت کر انہیں پلیٹ میں رکھ کر پیش کر دے۔ کیونکہ پاکستانی فوج نے ضرب عضب اور رد الفساد کے ذریعے ان تمام عناصر کو ختم کر دیا ہے جو پاکستان میں دہشت گردی کر رہے تھے۔ حالانکہ شمالی وجنوبی وزیرستان میں ان کی ایسی پناہ گاہیں تھیں جن تک پہنچنا آسان نہیں تھا۔ ان کے خلاف کامیابی امریکیوں کے بس میں بھی نہیں تھی۔ اس حوالے سے پاکستان کا موقف بالکل درست ہے کہ جن دہشت گردوں کی محفوظ پناہ گاہوں کا الزام امریکہ پاکستان پر لگا رہا ہے، وہ پناہ گاہیں اب پاکستان میں نہیں ہیں۔ اسی لیے باڑ بھی لگائی جا رہی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ پاکستان کی اُس طرف مداخلت نظر نہیں آتی لیکن امریکہ اس کے سوا اور کیا کہہ سکتا ہے۔ شنید ہے کہ شکیل آفریدی کی رہائی کا مطالبہ کیا گیا ہے، جسے ہماری فوج جاسوس قرار دیتی ہے لیکن امریکہ اسے کھلے لفظوں میں اپنا ہیرو قرار دیتا ہے۔ تیسرا مطالبہ ہر وقت ہوتا ہے کہ اپنی ایٹمی صلاحیت کو محدود کرو، بے شک وہ لفظ محدود کا استعمال کرتے ہیں لیکن اصل میں وہ چاہتے ہیں کہ ایٹمی صلاحیت کا خاتمہ ہو۔ اس لیے کہ ان کے بغل بچے اسرائیل کو صرف پاکستان کی ایٹمی صلاحیت سے خطرہ ہے۔ میرے خیال میں یہ تین مطالبے اٹھائے گئے ہوں گے۔

سوال: پچھلے دنوں ٹی ٹی پی کے کچھ سرکردہ لوگوں کو افغانستان میں امریکہ نے اپنے ڈرون کے ذریعے مارا ہے، اس کے پیچھے امریکہ کی کیا اسٹریٹجی ہو سکتی ہے؟

اوریا مقبول جان: امریکہ یہ کرتا ہے کہ کچھ دہشت گرد تنظیمیں پہلے خود بناتا ہے پھر ان کے ساتھ خود لڑتا ہے۔ جیسے پال پوٹ کی کمپوڈیا تھی۔ پال پوٹ کو خود بٹھایا، خود ہی اس پر الزام لگایا، خود ہی اُس سے لڑا۔ وہ تنظیمیں بناتے اس لیے ہیں کہ ان کے سامنے وجہ جواز آ جائے اور ان کے سامنے اصل کے مقابلے میں اور دھوکہ دینے کے لیے ایک آرٹی فیشل قیادت بھی موجود ہو۔ شاہد عزیز لکھتے ہیں کہ امریکہ TTP کا پہلے کچھ اور نام رکھ رہا تھا لیکن پھر جان بوجھ کر تحریک طالبان پاکستان رکھا گیا تاکہ طالبان کو پوری دنیا میں بدنام کیا جاسکے۔ پچھلے دنوں میں شام گیا ہوا تھا۔ وہاں پر داعش، جبۃ النصرہ، جیش العدل وغیرہ جیسی تنظیمیں بنی ہوئی تھیں۔ ہر تنظیم میں سادہ لوح اور جہاد کے شوقین دنیا کے ہر ملک سے شام پہنچے ہوئے ہیں۔ دوسری طرف زینبیون، فاطمیون، لوائے عباس، حزب اللہ وغیرہ سمیت بشارالاسد کے ساتھ ہیں۔ اب روس اس بہانے سے وہاں بمباری کر رہا ہے کہ میں تحریر الشام کو ختم کروں گا۔ امریکہ داعش کو وجہ جواز بنا کر بمباری کر رہا ہے۔ ان تنظیموں کا جو انفرااسٹرکچر ہوتا ہے اس سے عام سادہ لوح آدمی ان کے جال سے نکل نہیں سکتا۔ لہٰذا اللہ نے خود ان سے ان کا انفرااسٹرکچر تڑوایا۔ اب جب انفرااسٹرکچر ٹوٹا ہے تو اس وقت شام کی صورت حال یہ ہے کہ وہاں سادہ لوح آدمی اکٹھے ہو رہے ہیں۔ وہاں کے لوگ کہہ رہے تھے کہ اب جو

> **ٹائمز آف انڈیا نے لکھا ہے کہ اگر افغانستان میں انڈین فوج کے ہاتھوں طالبان یا القاعدہ کا کوئی بندہ مارا گیا تو انڈیا میں تیس کروڑ مسلمان ہیں وہ تیس کروڑ ایٹم بم بن جائیں گے۔**

چیز بلڈ اپ ہو رہی ہے وہ بالکل مختلف ہوگی۔ یہی صورت حال یہاں پر بھی ہوئی کہ انہوں نے ٹی ٹی پی تو بنالی لیکن ظاہر بات ہے کہ آپ کے پاس جب تک طاقتور نظریہ نہیں ہوگا، اس وقت تک آپ ایک موومنٹ نہیں چلا سکتے۔ لہٰذا اب انہوں نے وہاں داعش بنانی شروع کی تھی۔ طالبان نے جو نقشہ جاری کیا اس میں انہوں نے داعش کی موجودگی والا حصہ بھی دکھایا ہے اور اسی حصے پر بمباری ہوئی اور ٹی ٹی پی کی لیڈرشپ ماری گئی۔ ان میں سے زیادہ تر داعش میں چلے گئے تھے اور طالبان سے اس بناء پر جنگ کرتے تھے کہ طالبان ایک علاقائی سالمیت کو مانتے ہیں جبکہ ہم تو خلافت کو مانتے ہیں۔ لہٰذا ان کو قتل کر دو اور یہ امریکہ کا مفاد ہے۔ یہ جو آخری لڑائی ہوئی ہے تو آپ اندازہ کریں کہ امریکہ کو ایران کو کہنا پڑا کہ ہمارے بھائیوں کو نکالو۔ اور اس میں ایران (پاسداران) کے بڑے تین کمانڈرز مرے ہیں۔ لیکن پھر بھی طالبان کی فتح ہوئی۔ ایسی صورت حال میں پاکستان کے لیے ایک اور راستہ بہتر ہوا ہے۔ آپ جس وقت کوئی تنظیم بناتے ہیں تو اس کو ایک مقصد دے دیتے ہیں اور وہ مقصد وہ نہیں ہوتا جو امریکنز کا ہوتا ہے۔ پاکستان کے خلاف TTP کے جو لوگ لڑتے ہیں تو وہ خودکش بمبار کو باقاعدہ convince کرتے ہیں کہ پاک فوج ایک مشرک فوج ہے اور یہ امریکہ کی ساتھی ہے اس لیے تمہارا وہاں جا کر مرنا شہادت کا اعلیٰ مقصد حاصل کرنا ہے۔ اسی طرح کا انفرااسٹرکچر انہوں نے شام میں بنایا اور خود تباہ کیا اور یہاں بھی انہوں نے یہی کیا جو پاکستان کے فائدے میں نکلا۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ پاکستان اور افغانستان کے کچھ طبقے ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ افغانستان میں امریکہ رہے۔ یعنی بدمعاش محلے میں رہے۔ کیونکہ اس بدمعاش کی وجہ سے ان کے ہیروئن کے اڈے چلتے ہیں، اور بھی کئی کام چلتے ہیں۔ اسی وجہ سے آج پاکستان کے جتنے سیکولر مبصرین ہیں، آپ ان کی گفتگو سنیں، وہ کہتے ہیں ہمیں ڈو مور کرنا تو پڑے گا، آخر اب انٹرنیشنل پالیسی ہے۔ لیکن پاکستان اب یہ نہیں چاہتا۔

سوال: کیا ان لوگوں کو ڈرون حملے میں مارنے کا مقصد پاکستان کو خوش کرنا تھا؟

اوریا مقبول جان: نہیں! بلکہ امریکیوں کا اپنا مسئلہ بھی ہے کیونکہ اس علاقے میں ان کے لیے مسائل بن رہے تھے۔ ملا فضل اللہ سے جو لوگ علیحدہ ہوئے ہیں اور جنہوں نے داعش بنائی ہے وہ وہاں پر مکمل طور پر امریکنز اور پاکستانیوں دونوں کے ساتھ لڑ رہے تھے۔ وہ دونوں کو طاغوت سمجھتے تھے۔ لہٰذا انہوں نے اپنے مقصد کے لیے مارا لیکن پاکستان کو فائدہ بہت ہوا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ پہلے انڈیا ہلمند، لشکرگاہ اور قندھار وغیرہ میں آپریٹ کرتا تھا، یہاں اس نے قونصل خانے کھولے ہوئے تھے اب یہ پوری پٹی طالبان کے پاس ہے۔ دراصل امریکہ کو آج بھی اسی شکست کی سی صورتحال کا سامنا ہے جس کے خدشے کا اظہار جارج ٹینن نے کیا تھا کہ جس وقت ہم نے مشرف کے سامنے 7 مطالبات رکھے تھے۔ ہمارے نزدیک یہ طے تھا کہ اگر پاکستان نے انکار کر دیا تو ہمارا کیا بنے گا۔ ہم نے صرف تین چیزوں کی لسٹ بنائی تھی کہ پاکستان یہ تین چیزیں مان لے گا۔ لیکن ہماری حیرت کی انتہا نہ رہی جب مشرف نے ساتوں کی ساتوں باتیں مان لیں۔ اس وقت بھی انہیں اس بات کا احساس ہے کہ پاکستان کو اللہ تعالیٰ نے وہ سٹریٹجک پوزیشن عطا کی ہے کہ اگر یہاں سے امریکہ نکل جائے تو امریکہ کے لیے اس پورے علاقے میں ٹھکانے کی جگہ کوئی نہیں ہے۔ ایران میں جا کے وہ بیٹھ نہیں سکتا، افغانستان میں وہ بگرام ائیر بیس سے باہر نہیں نکل سکتا، انڈیا دور ہے۔ تاجکستان، ازبکستان میں روس کا اثر ورسوخ بہت زیادہ ہے۔ اوپر چین بیٹھا ہوا ہے۔ بیروت میں جو انہوں نے آٹھ دس منزلہ ایمبیسی بنائی ہے اور جو انفرااسٹرکچر بلٹ کیا ہے وہ کہاں استعمال ہوگا۔ یہ ہے اصل مسئلہ۔ اب انڈیا میں یہ تین لوگ (ٹیلرسن، اشرف غنی اور مودی) اکٹھے

ہوئے ہیں اور انہوں نے کہا ہے کہ ہم اگلے سو سالہ تعلقات کی بنیاد رکھیں گے۔ اس کے علاوہ انڈیا کے اندر ایک پوری تھیوری زیر بحث ہے کہ اگر پاکستان کے حصے بخرے شروع کیے گئے تو یہ ایک سنو بال ایفیکٹ ہوگا اور اس کا اثر انڈیا پر بھی آئے گا۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ یہ پھر آگے نہ چلے۔

سوال: اس وقت جو اتحاد ثلاثہ بننے جا رہا ہے اس سے نمٹنے کے لیے پاکستان کے پاس کیا لائحہ عمل ہے؟

ایوب بیگ مرزا: پاکستان کی سیاسی اور اقتصادی سطح پر اس وقت جو اندرونی حالت ہے اس پر مجھے تاریخ کے یہ واقعات یاد آتے ہیں جب مسلمانوں نے قسطنطنیہ کا محاصرہ کیا ہوا تھا تو اندر عیسائی عالم اس بحث میں اُلجھے ہوئے تھے کہ کیا مریم حضرت عیسیٰؑ کو جنم دینے کے بعد بھی کنواری کہلائیں گی یا نہیں۔ اسی طرح جب ایسٹ انڈیا کمپنی عسکری قوت بن کر انڈیا پر چھا رہی تھی تو ہندوستان کے علماء اس بحث میں اُلجھے ہوئے تھے کہ کیا اللہ چاہے بھی تو دوسرا محمدؐ پیدا کر سکتا ہے یا نہیں کر سکتا۔ اگر کہیں کہ نہیں کر سکتا تو وہ قادر مطلق نہیں رہا۔ اگر کہیں کہ ہاں پیدا کر سکتا ہے تو حضور ﷺ امتناع نظیر نہیں رہتے۔ بالکل اسی طرح کی سیاسی صورتحال اس وقت پاکستان کے اندر بھی ہے۔ جس طرح کی صدا نواز شریف نے لگائی ہوئی ہے کہ مجھے کیوں نکالا؟ لگتا ہے کہ وہ ہر قیمت پر اپنے اداروں سے ٹکرانے کے لیے تیار ہیں۔ چاہے اس کا نتیجہ کوئی بھی نکلے۔ دوسری طرف پاکستان اقتصادی لحاظ سے بالکل دیوالیہ پن کے کنارے پر ہے۔ پاکستان آئی ایم ایف کو وہ قسطیں ادا نہیں کر سکتا جو اسے ادا کرنی ہیں۔ لہٰذا اس کو پھر آئی ایم ایف کے پاس جانا پڑے گا۔ اور آئی ایم ایف امریکہ کا غلام ہے۔ تو پاکستان کو بہت سی شرائط امریکہ کی ماننی پڑتی نظر آ رہی ہیں۔ اندرونی طور پر زمینی حقائق تو یہ ہیں باقی اللہ کی طرف سے اگر کوئی معجزہ رونما ہو جاتا ہے یا ہمیں واقعتاً عقل آ جاتی ہے کہ ہم ان حالات کا مقابلہ کریں تو یہ الگ بات ہے ورنہ اس علاقے کی تو تین انڈیا، افغانستان اور ایران بھی جس طرح ہمارے خلاف ڈٹی ہوئی ہیں اور امریکہ جو دنیا کی سپریم پاور ہے ان کی پشت پر ہے تو ان حالات میں مجھے کوئی امید نظر نہیں آتی۔

اوریا مقبول جان: مجھے تو بہت امید ہے۔ پہلی بات یہ ہے کہ اس پورے علاقے میں وہ دو تین الفاظ استعمال کرتے ہیں، کیونکہ انڈیا نے ان کو دو الفاظ بتائے ہیں کہ یہ بولو۔ ایک یہ ہے کہ طالبان کے ساتھ آپ دوسروں کو شریک کرو یعنی ایجنٹس آف قیاس کو تبدیل کرو۔ دوسرا آپ پاک افغان صورت حال کی نہیں بلکہ اس علاقے کی بات کریں۔ اب مسئلہ سارا یہ ہے کہ امریکی سپاہی نے آ کر واہگہ بارڈر پر نہیں لڑنا۔ انڈیا نے لڑنا ہے اور جنگ کا یہ اصول ہے کہ نقصان اس کا ہوتا ہے جو وہاں پر معاشی لحاظ سے ترقی کرتا ہے۔ جس کے پلے ہی کچھ نہ ہو اُس کا کیا بگڑے گا۔ بقول غالب ؎

گھر میں کیا تھا کہ تیرا غم اسے غارت کرتا
وہ جو ہم رکھتے تھے اک حسرت تعمیر سو ہے!

لہٰذا انڈیا ایک بڑی جنگ کر ہی نہیں سکتا، نہ چائنہ کے ساتھ اور نہ پاکستان کے ساتھ۔ وہ صرف سرحدی جھڑپیں کر سکتا ہے۔ کیونکہ بڑی جنگ سے آپ سنبھل ہی نہیں پاتے۔

سوال: یہ تین ہمیں گلا گھونٹ کے مار تو سکتے ہیں؟

> 2001ء میں امریکہ نے مشرف کو یہ کہہ کے ڈرایا تھا کہ ہم تم پر انڈیا سے حملہ کروائیں گے۔ آج بھی امریکہ کی طرف سے ڈراوا یہی ہے اور اسی میں پتا چل جائے گا کہ باجوہ اور مشرف میں کیا فرق ہے۔

اوریا مقبول جان: کیسے مار سکتے ہیں؟ پہلی بات تو یہ ہے کہ افغانستان میں انڈیا کی جو دو بلین ڈالر کی انوسٹمنٹ ہے وہ اس کی بہت بڑی کمزوری ہے۔ دوسرا پاکستان کے بارڈر پر کوئی ایسی چیز نہیں ہے کہ جس سے آپ کو خطرہ ہو۔ جس جگہ اشرف غنی خود نہ آ سکے اس بارڈر سے ہمیں کیا خطرہ! آخری امید انہیں انڈین فوج کی تھی مگر اس سے بھی انڈیا نے انکار کر دیا کہ ہم اپنی فوج وہاں نہیں بھیجیں گے۔

سوال: کیوں نہیں بھیجے گا؟

اوریا مقبول جان: اس کی ایک بنیادی وجہ پٹھان کی ہندو پر ایک ہزار سال کی نفسیاتی برتری ہے۔ آپ اندازہ نہیں کر سکتے کہ وہاں ہندو سے کتنی نفرت ہے۔ ہلمند میں جب لڑائی ہو رہی تھی جس میں چار ہندو بھی مارے گئے تو وہاں ایک پٹھان نے رائفل چھوڑ کر ایک ہندو پر پتھر مارنے شروع کر دیے کہ اس کے لیے پتھر ہی کافی ہے۔ آج بھی بمبئی میں 38 فیصد مسلمان ہیں لیکن ان کا وہاں خوف ہے۔ لہٰذا انڈیا اپنے فوجی نہیں بھیجے گا۔ یہ غلطی ایران کرے گا جس سے مجھے خطرہ ہے۔ کیونکہ ایران نے عراق اور شام میں یہ تجربہ کر کے دیکھ لیا ہے جس میں وہ کامیاب ہوا ہے۔ لیکن اس سے زیادہ تکلیف دہ بات یہ ہوگی کہ جب پاکستان سے بھرتی ہو کر لوگ ان کے ساتھ جائیں گے۔ جیسے زینبیون اور فاطمیون عراق اور شام میں گئے۔ لیکن ایرانیوں کو اس جگہ پر نعرہ دینے کے لیے کوئی چیز نہیں۔ وہاں تو کہتے تھے کہ ہمارے مقدسات ہیں لیکن افغانستان میں ان کے کوئی مقدسات نہیں ہیں۔

ایوب بیگ مرزا: میں سمجھتا ہوں کہ وہ یہاں ایسے بیج بو سکتے ہیں جس سے ہمارے اندرونی حالات مزید بگڑ سکتے ہیں۔

سوال: انڈیا، امریکہ اور افغانستان پر مشتمل جو نیا اتحاد ثلاثہ بنا ہے کیا یہ پاکستان کے خلاف نہیں بنا؟

اوریا مقبول جان: پاکستان میں دو تین چیزوں پر بڑی سنجیدہ سوچ بچار ہو رہی ہے۔ ایک یہ کہ پاکستان کی تمام جمہوری جماعتوں نے اٹھارویں ترمیم لا کر ایک ایسی کیفیت پیدا کر دی ہے جو چھ نکات والی ہے۔ پاکستان کی سیاسی طاقتوں اور اسٹیبلشمنٹ نے جان بوجھ کر یہاں کے صوبے چھوٹے نہیں کیے جبکہ دنیا میں جس جگہ بھی اتنے بڑے بڑے صوبے ہوئے ہیں وہ کبھی ایک ساتھ رہے نہیں ہیں۔ جو صوبہ خود ایک ملک بننے کی اہلیت رکھتا ہو وہ صوبہ دوسرے کے ساتھ نہیں رہ سکتا۔ پاکستان کی موجودہ صورت حال میں کسی وقت بھی ایک آزادی کی تحریک بلٹ اپ کی جا سکتی ہے اور اس کو باقاعدہ سپورٹ کیا جا سکتا ہے۔ ایک سے زیادہ گورنمنٹس بنائی جا سکتی ہیں۔ یہ ہے سیناریو۔ اس کو کیسے روکا جائے گا؟ ہم ابھی تک پانامہ میں پھنسے ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ پاکستان نے جب اپنا ٹیکٹیکل ہتھیار بنایا تھا اس سے عالمی طاقتیں بہت گھبرا گئیں تھیں کہ یہ کیا ہو جائے گا۔ پاکستان کا غلبہ صرف میزائل ٹیکنالوجی کی وجہ سے ہے۔ پاکستان کا لہجہ اس وقت بالکل مختلف ہے کیونکہ پاک آرمی کا کور کمانڈر ہو، جرنیل ہو انڈیا کے ساتھ compromising کے لہجے میں گفتگو کرنے کے بعد عزت سے وہاں خطاب نہیں کر سکتا۔

ایوب بیگ مرزا: ابھی بھی ایک طبقہ ہے جو کہتا ہے کہ ہندوستان ہمیں کچھ کہنے والا نہیں ہے، یہ فوج نے صرف اپنی قوت بڑھانے کے لیے اور مال کھانے کے لیے انڈیا کا ہوا پیدا کیا ہوا ہے۔

اوریا مقبول جان: اقبال نے کہا تھا کہ

ہے عیاں یورش تاتار کے افسانے سے
پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

امریکہ اب چاہتا ہے کہ کشمیر ایک آزاد ملک ہو۔ اس نے وہاں ایک گروپ پیدا کیا ہوا ہے جو کہتا ہے کہ ہم پاکستان کے لیے اپنی جانیں کیوں دیں، خلافت کے لیے کیوں نہ دیں؟ یہ گروپ اس لیے پیدا کیا گیا ہے کہ اگر انڈیا بات نہ مانے تو اس کے لیے وہی کیفیت پیدا کر دی (باقی صفحہ 14 پر)

آزاد شو......

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

پاکستان نے حال ہی میں امریکہ کو منانے کے لیے جتنے جتن کیے تھے سب رائیگاں گئے۔ وزیر خارجہ خواجہ آصف وہاں دھرنا دیئے بیٹھے رہے۔ ہم نے ڈومور کر کے یرغمالی بھی چھڑائے۔ جواباً بہت سی فوجی وغیر فوجی جانوں کا اتلاف بھی برداشت کیا لیکن امریکہ کی دھونس دھمکی کی لے نہ بدلی۔ بہت عرصے بعد ہم نے امریکی وزیر خارجہ کی آمد پر قرضہ چکایا ہے۔ ایک درمیانے درجے کے دفتر خارجہ کے افسر نے ان کا استقبال کر کے قوم کے زخموں پر مرہم رکھی ہے۔ تنگ آمد بجنگ آمد لہجے میں وزیر خارجہ نے سینٹ میں بیان دیا ہے۔

پاکستان میں 200 منٹ کے لیے قدم رنجہ فرمانے، ہمیں دھمکانے والے ٹیلرسن بھارت کے 3 روزہ دورے پر پہنچتے ہی مکھن ملائی ہو گئے۔ یہ دورہ بھارت پر محبت نچھاور کرنے اور پاکستان کے خلاف ہرزہ سرائی کا دورہ تھا۔ ٹرمپ انتظامیہ کی جانب سے بھارتی فوج کو عسکری طور پر جدید اور مضبوط بنانے کی خواہش کا بار بار اظہار ہوا۔ امریکہ، دہلی سے F-16 اور F-18 پر بات چیت کا منتظر ہے۔ بھارت کے حوالے سے علاقائی اور عالمی پیرائے میں کردار ادا کرنے کے لیے انڈو پیسفک کی اصطلاح کی جگالی کی گئی۔ بھارت کی خوشنودی کے لیے ٹیلرسن نے پاکستان کو آڑے ہاتھوں لیا۔ یہ دورہ ٹرمپ، مودی کے مشترک پاکستان مخالف جذبات اور عزائم کو بڑھاوا دینے کا دورہ تھا۔ افغانستان میں بھارت کو تعمیر نو اور فوجی تربیت کے لیے وسیع تر کردار سونپنے کا عزم دہرایا۔ تاہم ٹیلرسن، اشرف غنی ملاقات امریکی بیس پر ہوئی جس سے افغانستان میں امریکی کٹھ پتلی حکومت کی بے بسی اور جنگ میں شکست کی کیفیت پر روشنی پڑتی ہے۔ تمام تر فضائی قوت اندھا دھند افغانوں پر جھونکنے کے باوجود کامیابی کا امکان معدوم ہے۔ پچھلی مرتبہ تمام تر اخفاء کے باوجود امریکی وزیر دفاع کا ائیرپورٹ پر استقبال طالبان نے دھماکوں سے کیا تھا۔

کیا اب بھی پاکستان کے لیے وقت نہیں آیا کہ ہم امریکہ سے اپنے تعلقات پر نظر ثانی کریں؟ حقائق کا سامنا جی کڑا کر کے کر ہی لینا چاہیے۔ آخر ہم کس خون آشام بلا کے اتحادی ہیں؟ ایک سوراخ سے کتنی مرتبہ ڈسے جائیں گے؟

پاکستان نے اتنے سال ذلت آمیز غلامی اور چاکری کی ہے عالمی جنگی مجرم کی۔ الرقہ (شام) پر امریکی حملوں کی سفاکی کا پول روس نے کھولا ہے۔ کس طرح تباہ کن بمباری سے پورا شہر ملیا میٹ کیا ہے۔ دنیا پر القاعدہ، حقانی، داعش کا نام لے کر مسلمانوں کے خون کی ندیاں بہائی ہیں۔ اس آڑ میں شہروں کے شہر اجاڑے ہیں۔ عورتیں بچے عام شہری نشانہ بنے ہیں۔ برما کے مسکین صورت بدھ بھکشو ہوں، سوچی کی سفاک فوج، کشمیر میں مودی اور فلسطین پر چیرہ دست نیتن یاہو اور امریکہ سبھی عالمی دہشت گرد جنگی مجرم ہیں۔ صدام حسین کے عراق پر وسیع تباہی کے ہتھیاروں کا فریب گھڑ کر حملہ کرنے کا اقراری امریکہ پوری دنیا میں وسیع ترین تباہیاں پھیلا کر بھی پاک، پوتر ہے؟ "تم قتل کرو ہو کہ کرامات کرو ہو؟ ہمارے لیے اب بھی وقت ہے مشرقی خارجہ پالیسی کی درستگی کا۔ ریٹ بڑھانے کے لیے روٹھنے، ماننے کا یہ ڈھکوسلہ ڈراما اب بند ہونا چاہیے۔ مودی، ٹیلرسن گفتگو اور تیور ہمیں نیک و بد سمجھانے کے لیے بہت کافی ہیں۔ امریکہ سے دوستی بگڑنے پر ہمارے روشن خیالوں کی سانسیں اکھڑنے لگتی ہیں۔ ان کی خوشنودی کے لیے پاکستان کا حلیہ بگاڑنے کے مسلسل اقدامات جاری وساری ہیں۔

سرکاری ٹیلی ویژن سے نشر ہونے والے شوبز سے وابستہ شخصیات کے پروگرام بارے خبر یہ ہے کہ میزبان مردوزن، ہر آنے والے مردوزن کو گلے لگانے کے بعد بوسہ دیتے ہیں؟ جن حدود وقیود کی پامالی کا تصور بھی محال تھا...... وہ اتنا سہل کیونکر ہو گیا؟ وابستگان شوبز اتنے معتبر ہو گئے کہ پس پردہ کی حد شکنیاں وہ سرعام کریں اور پیمرا سویا رہے۔ اب پیمرا کو مزید ایک ریگولیٹری اتھارٹی درکار ہے جو اس کو جگانے پر مامور ہو؟ یہ اسلامی جمہوریہ پاکستان ہے؟

ادھر سینٹ قائمہ کمیٹی نے اسلامی نظریاتی کونسل اور وزارت داخلہ و مسلم لیگ (ن) کے اعتراضات و مخالفت کے باوجود کم عمری کی شادی کا ترمیمی بل منظور کر لیا۔ اب بچیوں کی شادی کی عمر 16 سال سے بڑھا کر 18 سال کر دی ہے۔ حلال مشکل حرام آسان کرنے کے سارے دروازے کھلے ہیں۔ شریعت کی مخالفت پر بے حجابانہ کمر بستگی ہے۔ اخلاقی حالت ملاحظہ ہو۔ اخبارات میں آٹھویں اور دسویں جماعت کے لڑکے لڑکیوں کے عشق معاشقوں کی ناکامی پر خودکشیوں کی کہانیاں ان گنہ گار آنکھوں نے بار بار پڑھ رکھی ہیں۔ میڈیا، موبائل، مخلوط تعلیم کا زہر ہوش سنبھالنے سے پہلے، زمین سے اگتے ہی عشق عاشقی کے اسباق پڑھانے پر مامور ہیں۔ موبائل، لیپ ٹاپ، نیٹ کلبوں نے بچوں سے ان کا بچپن اور معصومیت چھین لی ہے۔ ایسے میں شادی کی عمر کی یہ حد بندی کس مقصد کے تحت ہے؟ بے راہ روی کے اُمڈتے سیلابوں میں کیا کسر باقی ہے؟ پہلے ہی سروے ہوش اڑانے کو کافی ہیں۔ نوجوانوں میں سوشل میڈیا کا استعمال نفسیاتی عوارض، صلاحیتوں کا ماند پڑنا، ذہنی دباؤ، نیند کی کمی کا باعث ہے۔ جوانی کی صلاحیتیں، بہتر سیرت و کردار، تعلیم اور علمی سرگرمیوں کی بجائے خوابوں خیالوں کی دنیا اور شیطانی چنگل میں ضائع ہو رہی ہیں۔

قصور میں پے در پے بھیانک واقعات رپورٹ ہوتے رہے (جو پس پردہ ہے وہ اس سے سوا ہے) چند ماہ میں 5 تا 10 سال کی عمر کی پانچ بچیوں کو بے حرمت کر کے قتل کیا گیا۔ جس میں ایک طرف میڈیا پر عریانی فحش کاری کی ترویج اور دوسری جانب اتنے مذموم ومسموم ماحول میں کم لباسی اور بدلباسی کی حوصلہ افزائی۔ فیشن کی لت میں ہر عمر کی بچیاں پھنسے چپکے لباس کے عذاب میں مبتلا کی جا چکی ہیں۔ چہار جانب عورت کی تذلیل تصاویر اور بل بورڈز کے ذریعے عام ہے جسے ترقی اور سافٹ امیج کے نام پر اسی امریکہ نامی بلا کی خوشنودی کے لیے ابھارا گیا تھا۔ وگرنہ ہماری پاکیزہ، اجلی، باحیا اقدار عورت کو وقار و تقدس عطا کرتی اور اسے بھوکے بھیڑیوں کے درمیان بے وقعت کر ڈالنے کا خواب وخیال سے بھی گزر گوارا نہیں کرتیں۔ مسلمان عورت، بچی، لنڈا بازار کی جنس نہیں جس کے حسن اور معیت سے ایک دنیا حظ اٹھائے۔ رُلی رگیدی، بھوکی نگاہوں میں مکھیوں کی غلاظت سمیٹے، داغدار چہرے والی پچپچی عورت سے ہمارا کیا واسطہ؟ چہ نسبت خاک را بہ عالم پاک؟ امریکہ کی خاطر ترقی پسندی روشن خیالی نے ہمیں کہاں لا کھڑا کیا ہے۔

ان گنت واقعات اس المیے کو بیان کر رہے ہیں۔ خبریں دبا چھپا دی جاتی ہیں۔ تاہم ڈان ڈاٹ کام پر 24 اکتوبر اور 26 اکتوبر کی دو رپورٹیں معاشرے میں پلنے والے ناسوروں کی خبر دیتی ہیں۔ ایک اعلیٰ تعلیمی ادارے جامشورو یونیورسٹی کی جانب سے دو طالبات کا خط

چیف جسٹس، وزیراعظم، وزیراعلیٰ سندھ اور وائس چانسلر کے نام واقعات کی سنگینی کی خبر دیتا ہے۔ متعدد طالبات کو شعبہ انگریزی کے اساتذہ کی جانب سے جنسی طور پر ہراساں کیا جاتا رہا۔ ایک بچی پہلے بھی خودکشی کرچکی ہے جس پر جاری مقدمے میں یہ امر سامنے آیا کہ ایسے واقعات کی شکایت عام ہے۔ اندازہ کیجئے کہ 14 اگست کے پروگرام کے لیے تیاری کے نام پر گھر بلا کر طالبات کو ہراساں کیا گیا! یوم آزادی کی ایسی بے حرمتی کا بھیانک خواب پاکستان کے لیے جانیں دینے والوں نے کب دیکھا ہوگا! یہ امریکہ دوستی کا مآل ہے۔

یاد رہے کہ جولائی میں سندھ پولیس (CTD) نے ایک سیمینار منعقد کرکے تعلیمی اداروں میں شدت پسندی انتہاپسندی کے نام پر توپوں کے دہانے اسلام، درس قرآن اور دینی تربیت پر کھول دیئے تھے۔ لاکھوں طلبہ و طالبات (40 یونیورسٹیوں کے VC مدعو تھے!) میں سے ایک آدھ بے ہدف میزائل نما طالبہ کو مثال بنا کر داڑھی، پردہ، قرآن، ایمان پر کڑی نظر رکھنے کا حکم صادر فرمایا تھا۔ رب کائنات کے احکام کے منہ آنے والے ان ہولناک واقعات کے مجرموں کے ساتھ کیا کرتے ہیں اب یہ کڑا امتحان ہے۔ کاؤنٹر ٹیررازم کے طور پر جو راہ بتائی جاتی ہے وہ بقول اس سیمینار کے ذمہ داران کے لبرل، ترقی پسند قوتوں کی بحالی اور کاؤنٹر بیانیہ (اسلام پسندی کے برعکس!) پر زور دیا جانا تھا، سو یہ بیانیہ عملاً سامنے آ گیا۔

دوسرا ایسا ہی واقعہ سیدہ سعدیہ سابقہ گول کیپر نیشنل ہاکی ٹیم کا ہے۔ اس نے ہیڈ کوچ پر اسی نوعیت کے الزامات پر مبنی مفصل بیان دیا ہے۔ ہاکی کے مستقبل کی خاطر ایسے واقعات کو دبا دیا جاتا ہے۔ کسی بھی لڑکی کے لیے ایسے واقعہ کو بیان کرنا جان جوکھوں کا مرحلہ ہوتا ہے۔ تاہم یہ لڑکی مصر ہے کہ وہ ہاکی فیڈریشن کی چشم پوشی اور بے اعتنائی کے باوجود خاموش نہیں بیٹھے گی۔

عالمی سطح پر ایسے واقعات کا جو پنڈورا باکس می ٹو کے عنوان سے کھلا ہوا ہے، جس میں ہالی ووڈ کی حرافائیں تیس چالیس سال پرانے واقعات پر پٹارے کھولے بیٹھی ہیں کیا یہ گندگی ہمارے حصے بھی آنی تھی؟ تفو بر تو اے روشن خیالی! اللہ ہمیں امریکہ دوستی کے چنگل سے نکالے۔ سجدۂ سہو کا اذن عطا ہو۔ ہم گمراہیوں کے اس ڈراونی جنگل سے نکل کر انسانیت کی معراج کو پانے والے بنیں۔ دامنِ قرآن بگیر آزاد شو! مادر پدر آزادی نہیں قرآن کا دامن تھام کر کفر کی غلامی سے آزادی کا حصول۔ ☆☆☆

بقیہ: زمانہ گواہ

جائے جو شام میں کی ہوئی ہے۔ دوسری بات: ٹائمز آف انڈیا نے لکھا ہے کہ اگر افغانستان میں انڈین فوجی کے ہاتھوں طالبان یا القاعدہ کا کوئی بندہ مارا گیا تو پوری مسلم امہ میں یہ تحریک اُٹھے گی کہ اب انڈیا میں جا کر لڑو۔ انڈیا میں تیس کروڑ مسلمان ہیں وہ تیس کروڑ ایٹم بم بن جائیں گے اور انڈیا کے لیے سنبھالنا مشکل ہو جائے گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر پاکستان جم کر کھڑا ہو جائے تو امریکہ کے لیے قدم جمانے کی جگہ نہیں ہے۔

سوال: ڈو مور کا اختتام کیا ہے؟ اور نو مور کیا ہے؟

ایوب بیگ مرزا: ڈو مور کے حوالے سے اصل بات وہی ہے جو وہ کہنا نہیں چاہتے کہ پاکستان کی فوج افغانستان میں جا کر لڑے اور طالبان پر فتح حاصل کر کے دے۔ اس سے پہلے کچھ نہ کچھ کہہ کر ہمارے کان مروڑتے رہیں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ پاکستان کے لیے قابل عمل ہی نہیں ہے اور پاکستان کی عسکری قوت ایسی حماقت کبھی نہیں کرے گی۔

سوال: نو مور کیا ہے؟

اوریا مقبول جان: اللہ ہمیں غیرت دے تو ہم نو مور بھی کرلیں گے۔ 2001ء میں انہوں نے مشرف کو یہ کہہ کے ڈرایا تھا کہ ہم تم پر انڈیا سے حملہ کروائیں گے اور مشرف نے اس سے بڑی بے غیرتی نہیں کی تھی۔ ڈراوا اب بھی امریکہ کی طرف سے یہی ہے اور اسی میں پتا چل جائے گا کہ باجوہ اور مشرف میں کیا فرق ہے۔

ایوب بیگ مرزا: میں سمجھتا ہوں کہ اب ہماری عسکری قیادت یہ سمجھ چکی ہے کہ انڈیا حملہ نہیں کرسکتا۔ مشرف کے دور میں اس نے خود بیان کیا تھا کہ میں رات کو سونے سے پہلے سوچتا تھا کہ صبح اٹھنے سے پہلے انڈیا حملہ کر چکا ہوگا۔ لیکن اب یہ صورت حال نہیں ہے۔

اوریا مقبول جان: مشرف کے دور میں فوج نے ایک بہت بڑا سبق سیکھا ہے۔ جس ملک کی فوج اپنے سپاہیوں کو یہ instructions دے کہ تم نے یونیفارم اپنی یونٹ میں پہننی ہے، بازار میں نہیں پہننی اس کے لیے بچاؤ مسئلہ ہو جاتا ہے اور وہ مشرف کی پالیسیوں کی وجہ سے ہو چکا۔ لیکن اب نہیں۔ آج ہماری انڈیا کے ساتھ جنگ کی اونرشپ ہے کسی اور کے ساتھ نہیں۔ ☆☆☆

قارئین پروگرام ''زمانہ گواہ ہے'' کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جاسکتی ہے۔

شعبہ خط و کتابت کورسز کی تاریخ میں ایک اور سنگِ میل کا اضافہ!!

آن لائن کورس

- کیا آپ جاننا چاہتے ہیں؟ ازروئے قرآن ہماری دینی ذمہ داریاں کیا ہیں؟ نیکی اور تقویٰ اور جہاد اور قتال کی حقیقت کیا ہے؟
- کیا آپ دین کے جامع اور ہمہ گیر تصور سے واقفیت حاصل کرنا چاہتے ہیں؟
- کیا آپ قرآن حکیم کی فکری اساس اور بنیادی عملی ہدایات سے روشناس ہونا چاہتے ہیں؟
- کیا آپ نجی مجالس میں اسلام پر ہونے والی تنقید کا مناسب اور مدلل جواب دینے کی اہلیت حاصل کرنا چاہتے ہیں؟

تو

صدر مؤسس مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور ڈاکٹر اسرار احمد مرحوم و مغفور کے مرتب کردہ

"مطالعہ قرآن حکیم کا منتخب نصاب" پر مبنی

''قرآن حکیم کی فکری و عملی راہنمائی کورس'' سے استفادہ کیجیے

یہ کورس (جو ایک عرصہ سے بذریعہ خط و کتابت کروایا جارہا ہے) شائقین علومِ قرآنی کی دیرینہ خواہش پر

الحمدللہ!

اب یہ کورس آن لائن (ONLINE) بھی شروع ہو چکا ہے

برائے رابطہ: انچارج شعبہ خط و کتابت کورسز، قرآن اکیڈمی، K-36، ماڈل ٹاؤن، لاہور

فون: 3-35869501(92-42) E-mail:distancelearning@tanzeem.org

9 نومبر یوم ولادت علامہ اقبال کے حوالے سے خصوصی تحریر

خطابِ اقبال بہ نوجوانانِ امت

ڈاکٹر نوید جمیل ملک

اقبال کے دل میں سوز و گداز آغاز سے ہی کچھ ایسا تھا کہ وہ اپنی فارسی نظم وغزل کے ذریعے نوجوانوں سے اکثر مخاطب ہوئے ہیں۔ ”خطاب بہ جاوید“ میں جب وہ نوجوانوں سے کلام کی ابتدا کرتے ہیں تو کچھ یوں گویا ہوتے ہیں:

اے نوجوانو! میں جو گفتگو تم سے کرنے کے لیے یہ محفل سجا رہا ہوں، اس سے شاید کچھ حاصل نہ ہو سکے، کیوں کہ جو بات میں تم سے کرنا چاہتا ہوں، اُس بات کو دل سے زبان پر لانا ناممکنات میں سے ہے۔ میں اگرچہ اپنی شاعری اور فلسفہ میں سینکڑوں نکتے پہلے بھی بیان کر چکا ہوں، مگر تمہیں کہنے کے لیے ایک نکتہ اب بھی میرے پاس ہے، مگر وہ ایک نکتہ بحرِ بے کراں ہے اور ایک کتاب سے بھی کچھ زیادہ کا متقاضی ہے، اس لیے اُسے زبان سے چند لفظوں میں کہنا آسان نہیں۔ اگر اُسے چند لفظوں میں بیان کروں گا تو میرے الفاظ اور میری آواز بھی شاید میرا ساتھ نہ دے پائے۔ یوں صرف ایک نکتہ ہوتے ہوئے بھی وہ بات کہیں اور پیچیدہ نہ ہو جائے۔ ہاں اگر اُس ایک بات کا سوز تم حاصل کرنا چاہتے ہو تو تمہیں میرے جیسی نگاہ دل زندہ اور میری جیسی آہ سحرگاہی اپنے اندر پیدا کرنا ہوگی۔

اے نوجوانو! سنو! تم نے اپنی ماں کی آغوش میں آنکھ کھولی اور تمہاری ماں نے تمہیں لا الہ کے کلمے سے روشناس کرایا۔ تمہاری ماں نے اپنے ہونٹوں کی جنبش سے تمہیں لا الہ سے زندگی بخشی۔ تمہیں دین وایمان کی ہمیشہ رہنے والی دولت عطا کی۔ تمہارے وجود کی کلی اسی لا الہ کی نرم و گداز ہوا سے کھل اُٹھی اور تمہاری ذات میں رنگ و بو بھی اسی لا الہ سے پیدا ہوا۔ اِس لیے، اے نوجوانو! تم یہ جان لو کہ تمہاری قیمت تمہاری ماں کی بدولت اور اِسی لا الہ کی وجہ سے ہے۔

اے نوجوانو! لا الہ کا سبق اپنی ماں سے تم نے سیکھ لیا، سو اب تم مجھ سے وہ نگاہ طلب کرو، وہ ذوق نگاہ حاصل کرو جو تمہیں لا الہ کی آگ میں جلا کے رکھ دے اور یہ جلنا تمہیں لا الہ کا وہ سوز عطا کرے کہ تم اپنی روح میں ڈوب کر لا الہ ایسے کہو کہ تمہارے جسم و جان سے لا الہ کی خوشبو آنے لگے۔ یاد رکھو، اے نوجوانو! جب تم روح میں ڈوب کر سوزِ دل کے ساتھ لا الہ کہتے ہو تو اسی سوز سے سورج اور چاند کی گردش قائم ہوتی ہے اور تمہارا یہی سوز میں نے بارہا پہاڑوں اور تنکوں میں اپنی نگاہ ذوق سے جا بجا دیکھا ہے۔

اے نوجوانو! لا الہ صرف دو لفظ ہی نہیں، بلکہ اصل میں لا الہ کا یہ کلمہ ایک بے نیام تلوار ہے اور اِس شمشیر بے نیام کی ضرب بہت کاری ہے۔ اے نوجوانو! لا الہ کے سوز کے ساتھ یا اِس کے سوز میں جینا ہی دراصل قہاری ہے اور قہاری ہونا اللہ کی صفت ہے۔

اے نوجوانو! تم مسلمان ہو، مومن ہو اور مومن ہوتے ہوئے غلامی کا کپڑا کمر پر باندھنا یعنی آرام سے بیٹھ رہنا، غداری اور نفاق کی زندگی بسر کرنا، تمہاری شان نہیں۔ افسوس کہ آج کے مسلمان نے اپنے دین وملت کو ایک کوڑی کے بدلے بیچ دیا۔ اپنا تمام اثاثۂ زندگی اور اپنا گھر تک جلا ڈالا۔ آج کے مسلمان کی نماز جس میں پہلے کبھی توحید کا رنگ ہوا کرتا تھا، اب اُس میں صنم آشنائی آ گئی ہے۔ اُس کا نیاز کبھی ناز سے بھرا تھا، اب وہ ناز ہی اُس کے نیاز میں نہیں رہا۔ آج کے مسلمان کی نماز میں، اُس کے روزے میں حق کا جلوہ جو کبھی ہوا کرتا تھا، اب نہیں رہا۔ اُس کے روزے، اس کی نمازیں بے نور ہو چکی ہیں۔

وہ مسلمان جس کی زندگی کا محور کبھی اللہ کی ذات تھی، اب اُس کی زندگی فتنوں میں مبتلا ہو گئی ہے اور اس کی زندگی مال کی محبت اور موت کے خوف سے عبارت ہے۔ اُس کی زندگی میں نہ ذوق تقاضا ہے اور نہ شوق تماشا۔ دین وایمان، جو کبھی مسلمان کے وجود میں ہوا کرتا تھا، اب وہ کتاب الٰہی میں بند ہو کر رہ گیا ہے اور یہ مسلمان قبر میں اُتر چکا ہے، مر چکا ہے، مٹی کا ڈھیر بن چکا ہے۔

آج کا مسلمان اور تم، جدید دور سے متاثر ہو اور اُسی کے سحر میں گرفتار ہو۔ دین کا لفظ آج کے دور کے جھوٹے پیغمبروں سے سن کر آج کا مسلمان مطمئن ہو بیٹھا ہے۔ ان میں سے ایک جھوٹا پیغمبر ایران سے تھا، جو حج سے بیگانہ تھا اور دوسرا ہندی، تھا، جو جہاد سے بے بہرہ تھا۔ اب اگر اے مسلم نوجوانو! تم ان دو جھوٹے پیغمبروں سے دین لے کر حج اور جہاد سے بیگانہ ہو گئے تو پھر تمہاری نمازوں اور روزوں میں توحید کا رنگ اور نیاز مندی کہاں سے آئے گی!!! تمہاری نماز اور روزہ کے جسم سے تو جان ہی نکل جائے گی، یہ دونوں بے روح ہو جائیں گی۔ یاد رکھو! جس قوم کی نماز اور روزے میں جان نہ رہے، روح جاتی رہے تو اُس قوم کے فرد بے لگام ہو جاتے ہیں اور قوم وملت میں کوئی تنظیم نہیں رہتی اور جب تنظیم نہیں رہتی تو وہ قوم انتشار کا شکار ہو جاتی ہے۔ آج کے مسلمانوں اور آج کے نوجوانوں کے سینے قرآن کی حرارت سے بھی خالی ہیں۔ مسلمان اپنی خودی فراموش کر بیٹھا ہے۔ ایسے مسلمان سے، ایسے نوجوانوں سے بہتری کی کیا توقع کی جا سکتی ہے۔

کبھی مسلمان کا قیام وسجود ایسا تھا کہ اُس کے سجدے سے زمین کانپ جایا کرتی تھی۔ اُسی مسلمان کی خواہش پر اللہ چاند اور سورج کو گردش دیا کرتے تھے۔ یہ سجدے ایسے ہوا کرتے تھے کہ اگر پتھر پر ان کے نشان ثبت کیے جائیں تو وہ پتھر دھواں بن کر فضا میں تحلیل ہو جائیں۔ آج کے مسلمان کا سجدہ محض سر جھکا دینا ہے۔ جیسے بڑھاپے اور کمزوری کی وجہ سے کوئی چیز جھک جاتی ہو آج کا مسلمان بھی ایسے ہی سجدے میں بس جھک جاتا ہے۔ اب تو اس کی ”سبحان ربی الاعلیٰ“ کی تسبیح میں شان وشوکت بھی نہیں رہی۔ کیسی عجیب بات ہے کہ حاملِ قرآن ہو کر، صاحب قرآن ہو کر بھی آج کا مسلمان، آج کا نوجوان، ذوق طلبِ حق سے محروم ہے۔ تعجب ہے، پھر تعجب ہے، پھر تعجب ہے۔ ☆☆☆

دعائے صحت کی اپیل

☆ حلقہ حیدرآباد، لطیف آباد کے مبتدی رفیق محمد یامین خان بیمار ہیں

☆ حیدرآباد، لطیف آباد کے مبتدی رفیق حافظ محمد حارث کے والد بیمار ہیں

اللہ تعالیٰ مریضوں کو شفائے کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے۔ قارئین اور رفقاء واحباب سے بھی دعائے صحت کی اپیل کی جاتی ہے۔

اَللّٰهُمَّ اَذْهِبِ الْبَاْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِيْ لَاشِفَاءَ اِلَّا شِفَاؤُكَ شِفَاءً لَّا يُغَادِرُ سَقَمًا

قادیانی اقلیت کیوں؟

مشتاق احمد قریشی

یہ اہم کالم روزنامہ ''جنگ'' میں دو قسطوں کی صورت میں شائع ہوا۔ چونکہ آج کل یہ موضوع زیرِ بحث ہے لہٰذا اس کی خصوصی اہمیت کے پیش نظر قارئین ندائے خلافت کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

جو بھی شخص نبی اکرم ﷺ کو اللہ کا آخری نبی نہیں مانتا اور قطعی اور غیر مشروط ایمان نہیں رکھتا، وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ ایسا شخص مسلمان نہیں اس کے علاوہ سب کچھ ہوسکتا ہے۔ کسی انسان کے مسلم یا مسلمان ہونے کے لیے ضروری ہے کہ وہ نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفی ﷺ پر کامل یقین واعتماد کے ساتھ ایمان لائے۔ آپ ﷺ کے بعد کسی بھی طرح کسی اور کو نبی یا پیغمبر یا کسی بھی طرح وحی الٰہی کے نزول پر یقین رکھے۔ جو شخص بھی کسی بھی طرح کسی بھی قسم کے نبی ہونے کا دعویٰ کرے یا جو کوئی بھی ایسے مدعی کو کسی بھی طرح نبی یا دینی مصلح تسلیم کرے، وہ آئین وقانون کی رو سے مسلمان نہیں۔

مرزا غلام احمد (یعنی احمد کا غلام، احمد اور محمد یہ دونوں ہی نبی آخر الزماں ﷺ کے اسم مبارک ہیں۔ اس نے تو حضور اکرم ﷺ سے بغاوت کی، سرکشی کی ہے۔ حضرت محمد ﷺ کے نام کی بھی لاج نہیں رکھی پھر کیونکر ممکن ہے کہ اس کی جماعت کو جماعت احمدیہ کہا جائے) کے ماننے والوں کو قادیانی اس لیے کہا جاتا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیان جو بھارت کے ضلع گورداسپور، مشرقی پنجاب میں ہے، یہ وہاں کا پیدائشی ہے، اس لیے انہیں قادیانی کہا جاتا ہے۔ ہندوستان پر قابو رکھنے اور اپنا قبضہ مضبوط رکھنے کے لیے انگریز نے مختلف ہتھکنڈے آزمائے۔ انگریز کو ہر دم خطرہ رہتا تھا کہ مسلمان متحد رہے تو یہ پھر کہیں پہلے کی طرح بغاوت نہ کر سکیں۔ اس لیے وہ مسلمانوں کو منتشر کرنے کی مختلف سازشیں کرتا رہتا تھا۔ ان ہی سازشوں میں سے ایک سازش یہ تھی مرزا غلام احمد قادیانی نے بتدریج مسلمانوں کے عقیدہ ختم نبوت میں نقب لگانی شروع کی۔ شروع میں مسلمانوں کو بے وقوف بنانے کے لیے اس نے عیسائیوں، سناتن دھرم، آریہ سماج کے خلاف اپنی مہم جوئی کا آغاز ایک مناظر کی حیثیت سے کیا، اس طرح یہ شخص اپنی ہوشیاری سے مسلمانوں میں اپنی جگہ بنانے میں کامیاب ہوگیا۔ جب اس کو مسلمانوں کی توجہ مل گئی تو اس نے گرگٹ کی طرح رنگ پہ رنگ بدلنا شروع کر دیا۔ سب سے پہلے اس نے الہامات کا دعویٰ کرنا شروع کیا۔ اس سلسلے میں اس نے براہین احمدیہ کی ابتدائی چار جلدیں جو اس نے 1880ء سے 1884ء کے عرصے میں تحریر کیں۔ ان میں مرزا غلام احمد نے خود کو مجدد، مہدی مدعود، مسیح موعود اور ظلی وبروزی نبی ہونے کے دعوے یکے بعد دیگرے کیے۔ اس کے انتقال کے بعد اس کے جانشین کا جھگڑا پڑا۔ اس کے جانشین کے طور پر مولوی محمد علی جو غلام احمد کا دست راست تھا، خود اس کو جانشین سمجھتا تھا۔ لیکن اس کے بجائے جماعت نے اپنا خلیفہ حکیم نور الدین کو بنا دیا۔ حکیم نور الدین کے بعد بھی مولوی محمد علی کو خلافت نہیں مل سکی۔ اس بار مرزا غلام احمد کا بیٹا مرزا محمود گدی نشین ہوگیا تب مولوی محمد علی نے اپنی الگ جماعت یا گروپ اپنے حامیوں سے مل کر بنا لیا جسے بعد میں لاہوری گروپ کے نام سے جانا جانے لگا۔

مرزا غلام احمد کا بیٹا جب خلیفہ بنا تو اس نے اپنے باپ کے متعلق بہت سے ایسے دعوے کیے جو اس سے پہلے کہیں سامنے نہیں آئے تھے۔ اس نے یہ اعلان بھی کیا کہ جو مسلمان حضرت مسیح موعود سے بیعت نہیں وہ سب کافر ہیں اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اس نے اپنی قادیانی جماعت کو یہ بھی حکم دیا کہ کوئی احمدی کسی غیر احمدی کو اپنی لڑکی نہیں دے گا اور یہ بھی اعلان کیا کسی بھی قادیانی کو غیر قادیانی (مسلمان) کا جنازہ پڑھنا جائز نہیں چاہے وہ معصوم بچہ ہی کیوں نہ ہو۔ نہ جنازے میں شرکت کرنا درست ہے۔

کہنے کو تو مسلمانوں اور قادیانیوں میں صرف ختم نبوت ﷺ کے مسئلے پر اختلاف ہے، لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے۔ بہت سے معاملات و مسائل میں وہ مسلمانوں سے بالکل الگ اور مختلف ہیں۔ بعض علماء کرام کی رائے میں تو احمدی یا جماعت احمدیہ کہنا بھی درست نہیں کیونکہ احمد تو نبی آخر الزماں ﷺ کا مبارک نام ہے۔ اس لحاظ سے تو خود مسلمان ہی احمدی اور محمدی ہوتے ہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے پیروکاروں کو تو قادیانی ہی کہنا کہلانا چاہیے۔

7 ستمبر 1974ء کو پاکستان کے حکمران جناب ذوالفقار علی بھٹو کی ایما پر آئین پاکستان کی بعض دفعات میں ترمیم کی گئی جس سے قادیانیوں کے دونوں گروپ ربوہ کو مرکز ماننے والے اور لاہوری گروپ کو غیر مسلم قرار دے دیا گیا۔ کیونکہ علمائے حق جن کے سرخیل حضرت مولانا مفتی محمود اور حضرت مولانا شاہ احمد نورانی تھے، کی کوششوں سے یہ ترمیمات کی گئی۔ شعائر اسلام کے مطابق جو شخص بھی کسی بھی طرح نبی ہونے کا دعویٰ کرے، اسے ماننا یا اسے مجدد ماننے والا ہر شخص دائرہ اسلام سے خارج ہوجاتا ہے اور غیر مسلم اقلیت بن جاتا ہے، آئین کی دفعہ 260 کی شق نمبر 2 کے بعد اس میں ایک نئی شق کا اضافہ کیا گیا جو اس دفعہ کے مفہوم کو واضح کرتی ہے۔

جب قومی اسمبلی میں فیصلہ ہوا کہ قادیانیوں کو موقع دیا جائے کہ وہ اپنا موقف اور دلائل دینے قومی اسمبلی میں آئیں تو مرزا ناصر قادیانی سفید شلوار کرتے میں ملبوس طرے دار پگڑی باندھ کر آیا۔ متشرع سفید داڑھی، قرآن کی آیتیں بھی پڑھ رہے تھے اور آپ ﷺ کا اسم مبارک زبان پر لاتے تو پورے ادب کے ساتھ درود شریف بھی پڑھتے۔ مفتی محمود صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایسے میں ارکان اسمبلی کے ذہنوں کو تبدیل کرنا کوئی آسان کام نہیں تھا۔ ماہ نامہ الحق اکوڑہ خٹک کے شمارہ جنوری 1975ء کے صفحہ نمبر 41 پر بیان فرماتے ہیں یہ مسئلہ بہت بڑا اور مشکل تھا۔

اللہ کی شان کہ پورے ایوان کی طرف سے مفتی محمود صاحب کو ایوان کی ترجمانی کا شرف ملا اور مفتی صاحب نے راتوں کو جاگ جاگ کر مرزا غلام قادیانی کی کتابوں کا مطالعہ کیا۔ حوالے نوٹ کیے۔ سوالات ترتیب دیئے۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ مرزا طاہر قادیانی کے طویل بیان کے بعد جرح کا جب آغاز ہوا تو اسی الحق رسالے میں مفتی محمود صاحب فرماتے ہیں کہ ہمارا کام پہلے ہی دن بن گیا۔

اب سوالات مفتی صاحب کی طرف سے اور

جوابات مرزا طاہر قادیانی کی طرف سے آپ کی خدمت میں پیش ہیں۔

سوال: مرزا غلام احمد کے بارے میں آپ کا کیا عقیدہ ہے؟

جواب: وہ امتی نبی تھے۔ امتی نبی کا معنی یہ ہے کہ امت محمدیہ کا فرد جو آپ کے کامل اتباع کی وجہ سے نبوت کا مقام حاصل کر لے۔

سوال: اس پر وحی آتی تھی؟

جواب: آتی تھی۔

سوال: (اس میں) خطا کا کوئی احتمال؟

جواب: بالکل نہیں۔

سوال: مرزا قادیانی نے لکھا ہے جو شخص مجھ پر ایمان نہیں لاتا خواہ اس کو میرا نام نہ پہنچا ہو (وہ) کافر ہے، پکا کافر۔ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اس عبارت سے تو ستر کروڑ مسلمان سب کافر ہیں؟

جواب: کافر تو ہیں لیکن چھوٹے کافر ہیں جیسا کہ امام بخاری نے اپنے صحیح میں کفر دون کفر کی روایت درج کی ہے۔

سوال: آگے مرزا نے لکھا ہے پکا کافر؟

جواب: اس کا مطلب ہے اپنے کفر میں پکے ہیں۔

سوال: آگے لکھا ہے دائرہ اسلام سے خارج ہے حالانکہ چھوٹا کفر ملت سے خارج ہونے کا سبب نہیں بنتا ہے؟

جواب: دراصل دائرہ اسلام کی کئی کیٹیگریاں ہیں اگر بعض سے نکلا ہے تو بعض سے نہیں نکلا ہے۔

....

سوال: ایک جگہ اس نے لکھا ہے کہ جہنمی بھی ہیں؟

(یہاں مفتی صاحب فرماتے ہیں جب قومی اسمبلی کے ممبران نے یہ سنا تو سب کے کان کھڑے ہوگئے کہ اچھا ہم جہنمی ہیں۔ اس سے ممبروں کو دھچکا لگا) اسی موقع پر دوسرا سوال کیا کہ مرزا قادیانی سے پہلے کوئی نبی آیا ہے جو امتی نبی ہو؟ کیا صدیق اکبر یا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما امتی نبی تھے؟

جواب: نہیں تھے۔

اس جواب پر مفتی صاحب نے کہا پھر تو مرزا قادیانی کے مرنے کے بعد آپ کا ہمارا عقیدہ ایک ہوگیا بس فرق یہ ہے کہ ہم نبی کریم ﷺ کے بعد نبوت ختم سمجھتے ہیں۔ تم مرزا غلام قادیانی کے بعد نبوت ختم سمجھتے ہو تو گویا تمہارا خاتم النبیین مرزا غلام قادیانی ہے اور ہمارے خاتم النبیین نبی کریم ﷺ ہیں۔

جواب: وہ فنافی الرسول تھے، یہ ان کا اپنا کمال تھا۔ وہ عین محمد ہوگئے تھے (معاذ اللہ نبی کریم ﷺ کی شان میں اس سے زیادہ گستاخی کیا ہو سکتی تھی)

سوال: مرزا غلام قادیانی نے اپنی کتابوں کے بارے میں لکھا ہے۔ اسے ہر مسلم محبت ومودت کی آنکھ سے دیکھ لیتا ہے اور ان کے معارف سے نفع اٹھاتا ہے۔ مجھے قبول کرتا ہے اور (میرے) دعوے کی تصدیق کرتا ہے مگر (ذُرِّيَةُ الْبغَايا) بدکار عورتوں کی اولاد وہ لوگ جن کے دلوں پر اللہ نے مہر لگا رکھی ہے وہ مجھے قبول نہیں کرتے؟

جواب: بغایا کہ معنی سرکشوں کے ہیں۔

سوال: بغایا کا لفظ قرآن پاک میں آیا ہے ﴿وَّمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا﴾ (سورہ مریم) ترجمہ ہے، تیری ماں بدکارہ نہ تھی۔

جواب: قرآن میں بغیا ہے۔ بغایا نہیں۔

اس جواب پر مفتی صاحب نے فرمایا کہ صرف مفرد اور جمع کا فرق ہے۔ نیز جامع ترمذی شریف میں اس مفہوم میں لفظ بغایا بھی مذکور ہے یعنی ((الْبَغَايَا اللَّاتِي يُنْكِحْنَ اَنْفُسَهُنَّ بِغَيْرِ بَيِّنَةٍ)) پھر جوش سے کہا میں تمہیں چیلنج کرتا ہوں کہ تم اس لفظ بغیہ کا استعمال اس معنی (بدکارہ) کے علاوہ کسی دوسرے معنی میں ہرگز نہیں کر کے دکھا سکتے۔

(اور مرزا طاہر لاجواب ہوا یہاں)

13 دن کے سوال جواب کے بعد جب فیصلہ کی گھڑی آئی تو 22 اگست 1974 کو اپوزیشن کی طرف سے 6 افراد پر مشتمل ایک کمیٹی بنائی گئی جن میں مفتی محمود، مولانا شاہ احمد نورانی، پروفیسر غفور احمد، چوہدری ظہور الٰہی، مسٹر غلام فاروق، سردار مولا بخش سومرو اور حکومت کی طرف سے وزیر قانون عبدالحفیظ پیرزادہ تھے۔ ان کے ذمہ یہ کام لگایا گیا کہ یہ آئینی وقانونی طور پر اس کا حل نکالیں تاکہ آئین پاکستان میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ان کے کفر کو درج کر دیا جائے لیکن اس موقع پر ایک اور مناظرہ منتظر تھا۔

کفر قادیانیت ولاہوری گروپ پر قومی اسمبلی میں جرح تیرہ روز تک جاری رہی۔ گیارہ دن ربوہ گروپ پر اور دو دن لاہوری گروپ پر۔ ہر روز آٹھ گھنٹے جرح ہوئی اس طویل جرح وتنقید نے قادیانیت کے بھیانک چہرے کو بے نقاب کر کے رکھ دیا۔ اس کے بعد ایک اور مناظرہ ذوالفقار علی بھٹو کی حکومت سے شروع ہوا کہ آئین پاکستان میں اس مقدمہ کا حاصل مغز کیسے لکھا جائے؟

مسلسل بحث مباحثہ کے بعد۔ 22 اگست سے 5 ستمبر 1974 کی شام تک اس کمیٹی کے بہت سے اجلاس ہوئے، مگر متفقہ حل کی صورت گری ممکن نہ ہوسکی۔ سب سے زیادہ جھگڑا دفعہ 106 میں ترمیم کے مسئلے پر ہوا۔ حکومت چاہتی تھی اس میں ترمیم نہ ہو اس دفعہ 106 کے تحت صوبائی اسمبلیوں میں غیر مسلم اقلیتوں کو نمائندگی دی گئی تھی۔ ایک سیٹ بلوچستان میں، ایک سرحد میں، دو سندھ میں اور پنجاب میں تین سیٹیں اور کل 6 اقلیتوں کے نام بھی لکھے ہیں۔ عیسائی، ہندو پارسی، بدھ اور شیڈول کاسٹ یعنی اچھوت۔

مفتی محمود اور دیگر کمیٹی کے ارکان یہ چاہتے تھے کہ ان 6 کی قطار میں قادیانیوں کو بھی شامل کیا جائے تاکہ کوئی شبہ باقی نہ رہے۔ اس کے لیے بھٹو حکومت تیار نہ تھی۔ وزیر قانون عبدالحفیظ پیرزادہ نے کہا اس بات کو رہنے دو۔ مفتی محمود نے کہا جب اور اقلیتوں اور فرقوں کے نام فہرست میں شامل ہیں تو ان کا نام بھی لکھ دیں۔

پیرزادہ نے جواب دیا کہ ان اقلیتوں کا خود کا مطالبہ تھا کہ ہمارا نام لکھا جائے جبکہ مرزائیوں کی یہ ڈیمانڈ نہیں ہے۔ مفتی صاحب نے کہا کہ یہ تو تمہاری تنگ نظری اور ہماری فراخ دلی کا ثبوت ہے کہ ہم ان مرزائیوں کو بغیر ان کی ڈیمانڈ کے انہیں دے رہے ہیں (کمال کا جواب)

اس بحث مباحثہ کا 5 ستمبر کی شام تک کمیٹی کوئی فیصلہ ہی نہ کرسکی۔ چنانچہ 6 ستمبر کو وزیراعظم بھٹو نے مفتی محمود سمیت پوری کمیٹی کے ارکان کو پرائم منسٹر ہاؤس بلایا۔ لیکن یہاں بھی بحث ومباحثہ کا نتیجہ صفر نکلا۔ حکومت کی کوشش تھی کہ دفعہ 106 میں ترمیم کا مسئلہ رہنے دیا جائے۔ جب کہ مفتی محمود صاحب اور دیگر کمیٹی کے ارکان سمجھتے تھے کہ اس کے بغیر حل ادھورا رہے گا۔

بڑے بحث ومباحثہ کے بعد بھٹو صاحب نے کہا کہ میں سوچوں گا۔ عصر کے بعد قومی اسمبلی کا اجلاس شروع ہوا۔ وزیر قانون عبدالحفیظ پیرزادہ نے مفتی صاحب اور دیگر کمیٹی ارکان کو اسپیکر کے کمرے میں بلایا۔ مفتی محمود صاحب اور کمیٹی نے وہاں بھی اپنے اسی موقف کو دہرایا کہ دفعہ 106 میں دیگر اقلیتوں کے ساتھ مرزائیوں کا نام لکھا اور اس کی تصریح کی جائے اور بریکٹ میں قادیانی اور لاہوری گروپ لکھا جائے۔

پیرزادہ صاحب نے کہا کہ وہ اپنے آپ کو مرزائی نہیں کہتے، احمدی کہتے ہیں۔ مفتی محمود صاحب نے کہا کہ

احمدی تو ہم ہیں۔ ہم ان کو احمدی تسلیم نہیں کرتے۔ پھر کہا کہ چلو مرزا غلام احمد کے پیروکار لکھ دو۔ مفتی صاحب نے کہا لہٰذا یوں لکھ دو قادیانی گروپ، لاہوری گروپ جو اپنے کو احمدی کہلاتے ہیں اور پھر الحمدللہ اس پر فیصلہ ہوگیا۔ تاریخی فیصلہ۔

7 ستمبر 1974 ہمارے ملک پاکستان کی پارلیمانی تاریخ کا وہ یادگار دن تھا جب 1953 اور 74ء کے شہیدانِ ختم نبوت کا خون رنگ لایا اور ہماری قومی اسمبلی نے ملی امنگوں کی ترجمانی کی اور عقیدہ ختم نبوت کو آئینی تحفظ دے کر قادیانیوں کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دے دیا۔

دستور کی دفعہ 260 میں اس تاریخی شق کا اضافہ یوں ہوا ہے۔ جو شخص خاتم النبیین محمد ﷺ کی ختم نبوت پر مکمل اور غیر مشروط ایمان نہ رکھتا ہو اور محمد ﷺ کے بعد کسی بھی معنی و مطلب یا کسی بھی تشریح کے لحاظ سے پیغمبر ہونے کا دعویٰ کرنے والے کو پیغمبر یا مذہبی مصلح مانتا ہو۔ وہ آئین یا قانون کے مقاصد کے ضمن میں مسلمان نہیں۔

اور دفعہ 106 کی نئی شکل کچھ یوں بنی۔
بلوچستان، پنجاب، سرحد اور سندھ کے صوبوں کی صوبائی اسمبلیوں میں ایسے افراد کے لیے مخصوص نشستیں ہوں گی جو عیسائی، ہندو، سکھ، بدھ اور پارسی فرقوں اور قادیانی گروہ یا لاہوری افراد (جو اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں) یا شیڈول کاسٹس سے تعلق رکھتے ہیں (ان کی) بلوچستان میں ایک، سرحد میں ایک، پنجاب میں تین اور سندھ میں دو سیٹیں ہوں گی۔ یہ بات اسمبلی کے ریکارڈ پر ہے کہ اس ترمیم کے حق میں 130 ووٹ آئے اور مخالفت میں ایک بھی ووٹ نہیں آیا۔ اس موقع پر اس مقدمہ کے قائد مفتی محمود رحمہ اللہ نے فرمایا:

’’اس فیصلے پر پوری قوم مبارک باد کی مستحق ہے اس پر نہ صرف پاکستان بلکہ عالم اسلام میں اطمینان کا اظہار کیا جائے گا۔ میرے خیال میں مرزائیوں کو بھی اس فیصلہ کو خوش دلی سے قبول کرنا چاہیے کیونکہ اب انہیں غیر مسلم کے جائز حقوق ملیں گے۔ اور پھر فرمایا کہ سیاسی طور پر تو میں یہی کہہ سکتا ہوں (ملک کے) الجھے ہوئے مسائل کا حل بندوق کی گولی میں نہیں بلکہ مذاکرات کی میز پر ملتے ہیں۔ ؏ شاید کہ تیرے دل میں اتر جائے میری بات‘‘
(بشکریہ روزنامہ ’’جنگ‘‘)

☆☆☆

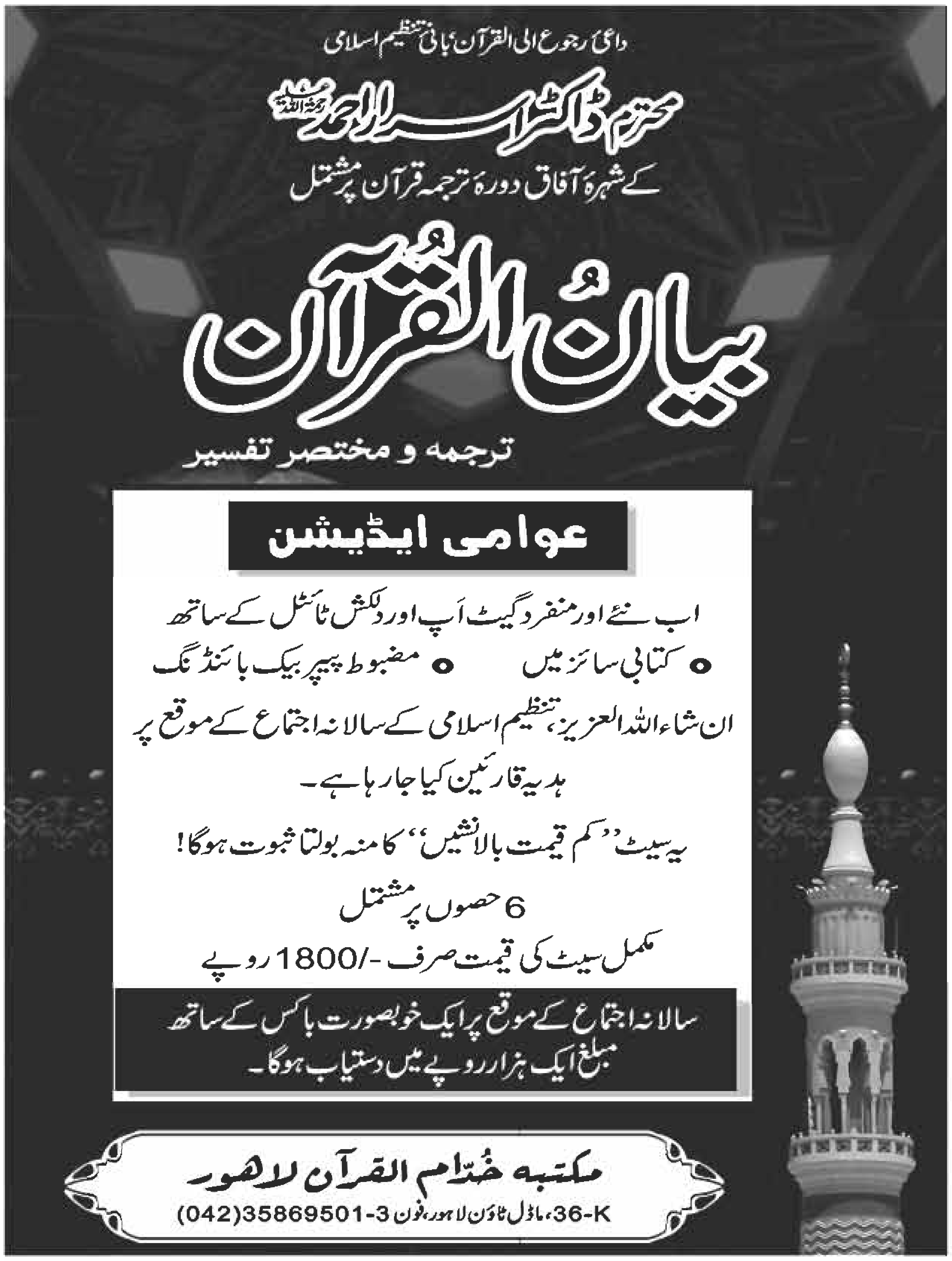

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً﴾

تنظیمِ اسلامی کا سالانہ

کُل پاکستان اجتماع

24، 25، 26 نومبر 2017ء

(بروز جمعہ، ہفتہ، اتوار)

بمقام **مرکزی اجتماع گاہ، بہاولپور**

منعقد ہو رہا ہے (ان شاء اللہ العزیز)

((قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجَبَتْ مَحَبَّتِیْ لِلْمُتَحَابِیْنَ فِیَّ وَالْمُتَجَالِسِیْنَ فِیَّ وَالْمُتَزَاوِرِیْنَ فِیَّ وَالْمُتَبَاذِلِیْنَ فِیَّ))

”اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں کہ میری محبت لازم ہوگئی ان کے لیے جو میری خاطر ایک دوسرے سے محبت کرتے اور مل بیٹھتے ہیں اور ایک دوسرے سے ملاقات (کے لیے سفر اختیار کرتے) اور ایک دوسرے پر مال خرچ کرتے ہیں۔“

(مستدرك حاكم، كتاب البر والصلة، موطا امام مالك كتاب الشّعر، باب السّنة فى الشّعر)

تمام رفقاء کو شرکت کی بھرپور دعوت ہے

تفصیلات کے لیے اپنے مقامی نظم سے رجوع کیجیے!

المعلن: ناظمِ اعلیٰ، تنظیم اسلامی فون: (042)36293939-36316638
36366638

VOL : 26 | Regd. C.P.L NO. 114 | No.43

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore

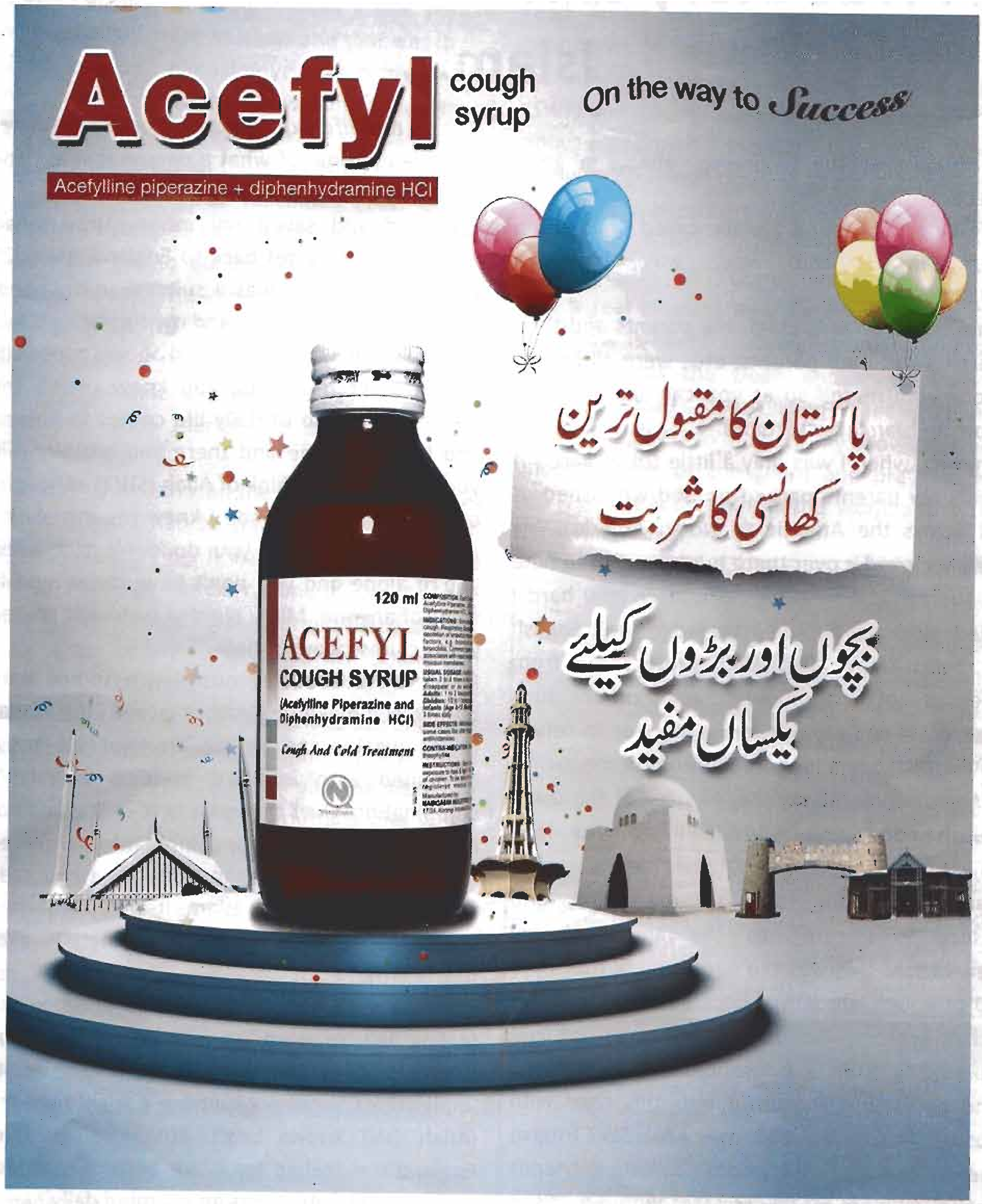

PHARMA

NABIQASIM INDUSTRIES (PVT) LTD
5th Floor, Commerce Centre, Hasrat Mohani Road, Karachi-Pakistan
Email: info@nabiqasim.com website: www.nabiqasim.com UAN 111-742-762

your Health our Devotion